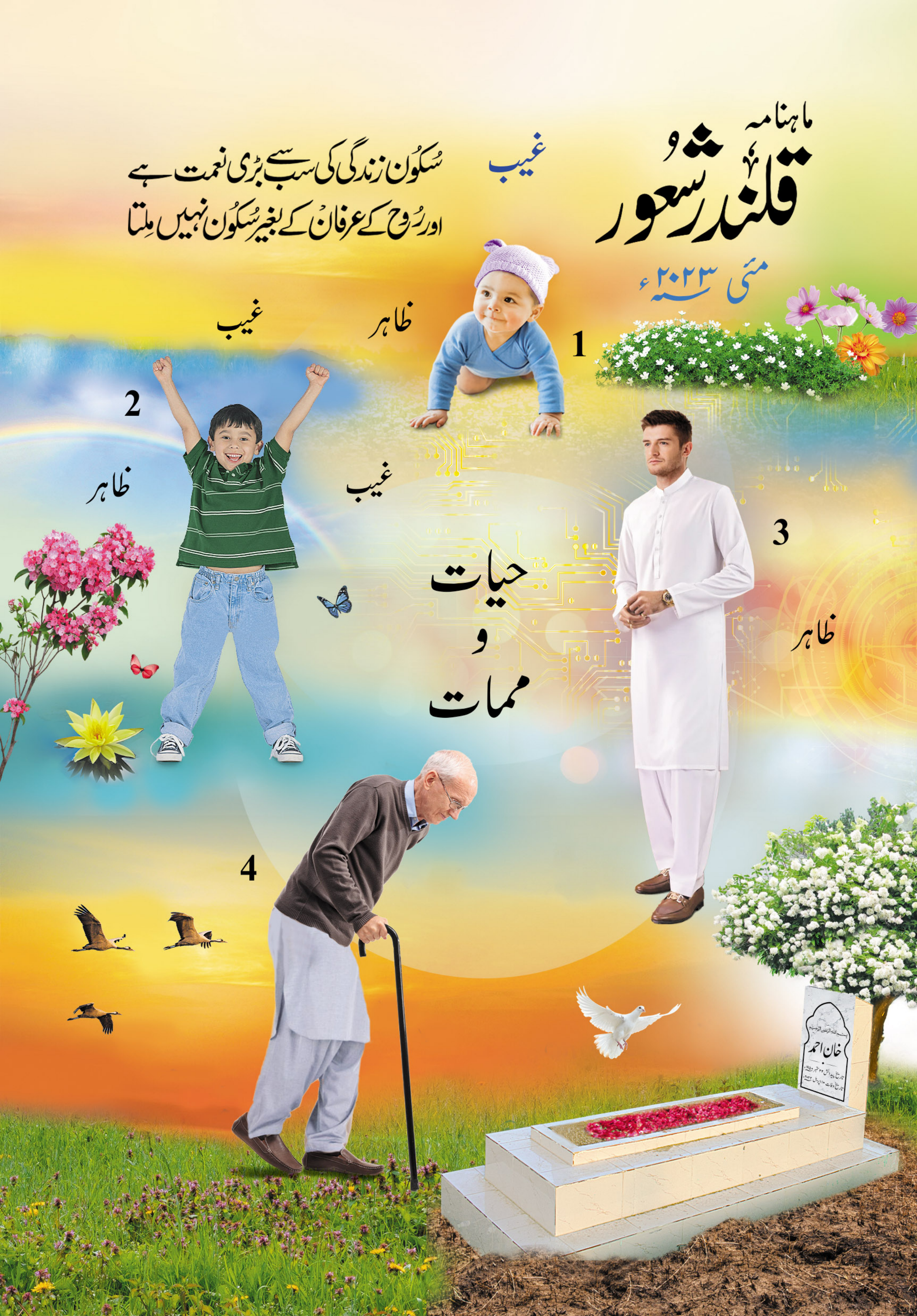
ماہنامہ
قلندر شعور
مئی ۲۰۲۳ء
غیب
سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا
ظاہر
غیب
1
2
ظاہر
غیب
3
حیات
و
ممات
ظاہر
4
خان احمد

السلام علیکم
LDA Approved
LDA-DMP-423
گراؤنڈ فلور
6+ منزلہ عمارت
پارک
PARK TOWER
پارک ٹاور
PARK TOWER
FOOD COURT
RESTAURANT SHOPS
APARTMENTS
ICONIC PROJECT IN
NEW LAHORE CITY
SECTOR C PEARL ENCLAVE
نیو لاہور سٹی میں...
مین کمرشل سیکٹر C سے منسلک
بحریہ ٹاؤن اور رِنگ روڈ سے چند منٹ
کی مسافت پر
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
FACING PEARL ENCLAVE PARK
فوڈ کورٹ، ریسٹورینٹ
دکانیں اور اپارٹمنٹس
4 سال کی
آسان اقساط
Plot no 191,192,193,194 Sector-C, Pearl Enclave, New Lahore City (Zaitoon) Canal road Lahore.
+92-333-4715823 +92-300-8711836 +92-300-2223712 +92-321-4070699
www.parktower.pk | info@parktower.pk
CCTV & Security
Smart Entry & Alarm
Parks & Play Areas
Public Transport
Wide Road Network
Hospital
School
Power Backup
1 & 2 Bed
Fitted Kitchen
Laundry Area
Bath

زیر سرپرستی
اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

فری ممبرشِپ
عظیمیہ روحانی لائبریری
جنڈ، اٹک

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ و طالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ
حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

قلندر شعور اکیڈمی

QALANDAR SHAOOR ACADEMY
HYDERABAD - PAKISTAN

مراقبہ ہال حیدرآباد

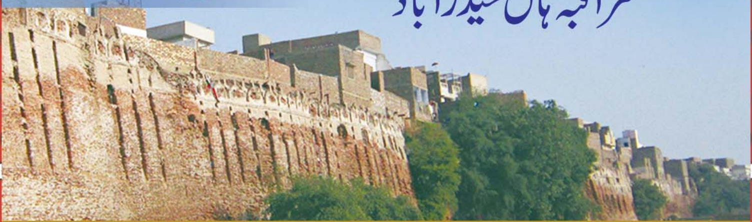

زیر سرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے خوش خبری

گلشن شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدرآباد، 71000 ، پاکستان

فون نمبر: 0331-3615533 ، 0333-2695331

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

Implant Planning

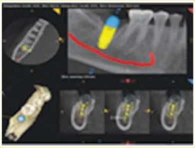

OPG

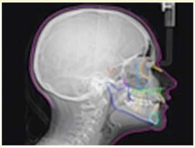

CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

عظیمی
روغن
پرسیاؤشاں
REDISCOVER
YOUR HAIR'S
NATURAL BEAUTY
گھنے، لمبے اور چمکدار
بالوں کی نشوونما کے لئے
جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہوا تیل
چمک دار سیاہ بال
خشکی کا خاتمہ
نرم و ملائم بال
• حافظہ روشن کرتا ہے
• دماغ کو تقویت دیتا ہے
• سر درد میں مفید ہے
عظیمی
روغن
پرسیاؤشاں
عظیمی میڈیکل اسٹور
ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

جلد 11 شمارہ 4 | مئی 2023ء | شوال ـ ذیقعد 1444ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

قلندر شعور کراچی

Neutral Thinking

(اردو ـ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 110 روپے ... سالانہ ہدیہ 1680 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 70 امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۲۸ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ____ کرمؔ حیدری 10

نعت رسول مقبول ﷺ ____ اقبالؔ عظیم 11

رباعیات ____ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ 12

آج کی بات ____ مدیر مسئول 14

فقیر کی ڈاک ____ ادارہ 18

نامے میرے نام ____ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 21

۱ + ۱ = ؟ ____ عائشہ خان (M.A-Mass Comm.) 25

پی ہو پی ہو ____ ملک محمد ناصر 29

اندر میں تصویر ____ گلِ نسرین 35

مرشد مرید کو تلاش کرتا ہے ____ شہر بانو 41

بیر بہوٹی ____ حامد ابراہیم (M.A.Fine Arts) 47

سنا کس نے ____ عرفانہ شہزاد 53

عناصر کا مرکب ____ اظہر حسین 57

سندرنگر ـــــــــ آسیہ شبیر 63

لمحات کی تقسیم ـــــــــ (Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر 69

ساس — بہو ـــــــــ فرزانہ پرویز 75

گیارہ ہزار صفات ـــــــــ ادارہ 81

لاہوتِ لامکاں ـــــــــ حذیفہ ہاشم 83

ویکھ فریدا مٹی کھلی ـــــــــ عابد محمود 89

الٰہی! میری بھینس کی خیر ہو ـــــــــ چراغ حسن حسرت 95

اقتباسات ـــــــــ خواتین و حضرات 99

روشن باطن ـــــــــ (متحدہ عرب امارات) بی بی انورادھا 101

پورب کے ہم زاد ـــــــــ (M.Sc. Applied Physics) محمد عدنان خان 109

مارچ 2023ء کے سرورق کی تشریح ـــــــــ قارئین 115

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ـــــــــ خواجہ شمس الدین عظیمی 119

128 Bibi Anuradha (UAE) ____________ The Four Mornings

134 Quratulain Wasti ____________ The Call of the Flute

138 K. S. Azeemi ____________ Message of the Day

حمد باری تعالیٰ

کرمؔ حیدری

اے خالقِ وجود و عدم، صورت و خیال
اے مالکِ فنا و بقا، ربِ ذوالجلال

تو اصلِ ہر کمال ہے تو شانِ ہر جمال
دنیا تمام ہے ترا آئینۂ خیال

سب سلسلے ہیں تجھ سے غیاب و شہود کے
پابندِ امر تیرے شب و روز و ماہ و سال

تیرا کوئی شریک نہ ساتھی نہ ہم عناں
تیرا کوئی مثیل نہ تیری کوئی مثال

پیرایۂ نشاط ہے جاں کو تری لگن
سرمایۂ حیات ہے دل کو ترا خیال

جس دل میں تیری شمعِ محبت ہو ضوفگن
اس دل میں روشنی کے خزینے ہیں لازوال

تجھ سا کوئی سمیع نہ تجھ سا کوئی بصیر
تیرے سوا کھلے تو کھلے کس پہ دل کا حال

تو نے ہی دی ہے دل کو مرے روشنی کی دُھن
تو ہی عطا کر اپنا اسے پرتوِ جمال

لغزش ہوئی ہے پائے کرمؔ سے بھی بارہا
لیکن ترے کرم نے لیا ہے اسے سنبھال

نعت رسول مقبول ﷺ

اقبالؔ عظیم

جلوہ فگن محمدؐ، جلوہ نما محمدؐ
خود عکسِ آئینہ گر، خود آئینہ محمدؐ

صبحِ ازل بھی ان کی، شامِ ابد بھی ان کی
شمس الضحیٰ محمدؐ، بدرالدجیٰ محمدؐ

تہذیبِ سالکاں بھی، تادیبِ گمراہاں بھی
ہر جادۂ سفر میں نورالہدیٰ محمدؐ

ان کو خلوصِ دل سے کوئی اگر پکارے
مشکل کی ہر گھڑی میں مشکل کشا محمدؐ

تائیدِ بے نوایاں، تسکینِ غم نصیباں
غم خوار و غم گُسار و غم آشنا محمدؐ

ہر طالبِ شفا کا دارالشفا مدینہ
ہر دردِ لادوا کی شافی دوا محمدؐ

اپنے پرائے سب کے عقدہ کشا وہی ہیں
خیرالامم محمدؐ، خیرالوریٰ محمدؐ

اقبالؔ حرزِ جاں ہے اب صرف یہ وظیفہ
صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ

ہر نقش لکیر ہے

آدم کو بنایا ہے لکیروں میں بند
آدم ہے اسی قید کے اندر خورسند
واضح رہے جس دم یہ لکیریں ٹوٹیں
روکے گی نہ اک دم اسے مٹی کی کمند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔“ (النور : ۳۵)

کائنات میں ہر چیز لہروں کے دوش پر رواں دواں ہے۔ یہ لہریں زندگی کو خوش آرام بناتی ہیں اور عمل ان کے برخلاف ہو تو مصیبت میں بھی مبتلا کر دیتی ہیں۔ نور کے قلم سے نکلی ہوئی ہر لکیر نور ہے اور نور جب مظہر بنتا ہے تو روشنی کا غلاف بن جاتا ہے۔ روشنی کم ہو جائے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آدم نے اندھیری دنیا میں قید ہونے کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہے کہ اسے روشنی کے سمندر میں سے چند روشن قطرے مل جائیں۔

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ آدم کی تخلیق اکہری اور دہری لہروں سے ہوئی ہے جو نور سے فیڈ ہوتی ہیں۔ یہ لہریں گراف کی طرح ہیں جن میں خانے تو ہیں لیکن لکیریں آپس میں اس طرح ملی ہوئی ہیں کہ ان میں فاصلہ نظر نہیں آتا۔

مثال یہ ہے کہ مصور جب شاگرد کو تصویر بنانا سکھاتا ہے تو وہ گراف یعنی خانوں کے اوپر پنسل پھیرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ناک بنانے کے لئے اتنے گراف طولانی اور اتنے گراف عرضی کے اوپر مخصوص زاویے کے ساتھ جب پنسل پھیری جائے گی تو ناک بن جائے گی اور چہرہ بنانے کے لئے گراف میں خانوں کے اوپر طولانی اور عرضی لکیروں پر جب خانوں کی مناسبت سے پنسل چلائی جائے گی تو چہرہ بن جائے گا۔ کائنات کے ہر فرد کا نقش لکیروں کے اوپر قائم ہے اور یہ لکیریں اللہ کے نور کا عکس ہیں اور نور آسمانوں اور زمین کی بنیاد ہے۔

آج کی بات

جس طرح بجلی ایک ہے اور بلب لاکھوں ہیں اسی طرح روح ایک ہے اور جسم لاشمار ہیں جو شماریات سے زیادہ پرتوں کا مجموعہ ہیں۔ ہر پرت کی حیثیت لباس کی ہے۔ لباس صلاحیت ہے اور ہر صلاحیت ایک دنیا ہے۔ نور کی دنیا میں نور، روشنی کی دنیا میں روشنی، پانی کی دنیا میں پانی، آگ کی دنیا میں آگ اور مٹی کی دنیا میں مٹی کی صلاحیتیں (کرنٹ) کام کرتی ہیں۔ ہر پرت (لباس) روح کی حرکات کو ظاہر کرنے کا میڈیم ہے یعنی روح کی صفات لامحدود ہیں۔ روح جب کسی لباس کا انتخاب کرتی ہے تو اس کے مطابق صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ایسی بات نہیں جس سے آدمی واقف نہ ہو، وہ خواب اور بیداری میں اس تجربے سے گزرتا ہے لیکن ــــ؟

(۱) آدمی جاگنے کے بعد سوتا ہے اور سونے کے بعد جاگتا ہے۔ جاگتا ہے تو تازہ دم ہوتا ہے، خاندان اور معاشرے کے ساتھ وقت گزارتا ہے جس میں تعلیم، کھانا پینا، ملازمت، شادی، بچے، سیر و تفریح، معاشرتی ذمہ داریاں اور مذہبی فرائض شامل ہیں۔ جب توانائی خرچ ہو کر اس سطح پر آجاتی ہے جس کے بعد جاگنا محال ہے تو مٹی کے اوپر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(۲) مٹی کے جسم کے سوتے ہی آدمی کے اندر ایک اور آدمی جاگتا ہے اور زندگی کے تقاضے پورے کرتا ہے ــ کھاتا پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، لکھتا پڑھتا ہے، دفتر میں کام کرتا ہے، خوش ہوتا ہے، روتا ہے، ڈرتا ہے، شادی کرتا ہے، بچے ہوتے ہیں، میلوں میل سفر کرتا ہے اور فرد کی حیثیت سے معاشرے سے واقف ہوتا ہے۔

زندگی کے تقاضے بیداری اور خواب دونوں میں یکساں ہیں اور تسکین کا طریقِ کار بھی ایک ہے مگر وقت کے جس دورانیے میں تقاضوں کا مظاہرہ ہوتا ہے — مختلف ہے۔ مٹی کی دنیا میں قدم قدم اسپیس کی پابندی ہے جب کہ خواب کی دنیا میں اسپیس زیر بحث نہیں آتی، خیال کے ساتھ سفر ہوتا ہے — پیاس کا تقاضا ابھرتے ہی سیرابی ہوجاتی ہے یعنی پیاس لگتے ہی پانی کا بندوبست ہوا اور پانی پی لیا۔ پانی پینے کے لئے محنت نہیں کی — وقت کے ناقابلِ تذکرہ یونٹ میں سیرابی ہوگئی۔ اس کے برعکس جب مٹی کی دنیا میں پیاس لگتی ہے تو پانی ہمارے پاس نہیں آتا، ہم قدم قدم چل کر پانی کے پاس جاتے ہیں اور گھونٹ گھونٹ پیتے ہیں، پیاس کی تسکین ہوجاتی ہے۔

بیت اللہ شریف کی زیارت اور روضۂ رسولؐ پر حاضر ہونے کی خواہش سب کو ہے۔ وسائل کی دستیابی کے لئے مشقت زیر بحث ہے جس میں پیسہ، وقت اور فاصلہ تینوں شامل ہیں۔ خواب کی دنیا میں یہ خواہش ناقابلِ تذکرہ وقت میں پوری ہوجاتی ہے اور ایک نہیں، کئی مرتبہ یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ جاگنے کے بعد خوشی سے سرشار ہوکر گھر والوں کو بتاتے ہیں کہ ہم نے خواب میں خود کو کہاں دیکھا۔ بالفاظ دیگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خواب میں مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہونے والا میں تھا اور مٹی کی دنیا میں جاگنے کے بعد اس کیفیت کو بیان کرنے والا بھی میں ہوں۔

قابلِ غور ہے کہ خواب کی دنیا میں داخل ہوتے وقت مٹی کا جسم بستر پر ہوتا ہے۔ اب روح اس لباس کو میڈیم بناتی ہے جو خواب کی دنیا کے عناصر سے بنا ہے اور وہاں کے ٹائم اسپیس کے مطابق ہے۔ جب ہم مٹی کی دنیا میں واپس آتے ہیں تو خواب والا جسم سوجاتا ہے اور مٹی کا جسم بیدار ہوتا ہے۔

• • ———————— • •

لباس کیا ہے—؟ ریشم کا لباس ہو، اون کا یا کم خواب کا لباس، دھاگے سے بنا ہے اور

دھاگا مٹی ہے۔ ایک سال کے بچے، دس سال کے لڑکے اور چالیس سال کے تجربہ کار شخص کا جسم لباس کے علاوہ کچھ نہیں۔ لباس پیدائش سے لے کر دنیا سے واپسی تک تبدیلی ہے۔ یہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ گھٹنے اور بڑھنے والی شے کا ہر سطح پر الگ الگ نام مقرر ہے جیسے دودھ پیتا بچہ، دوڑتا کھیلتا بچہ، گورا، کالا، سرخ یعنی رنگ بدلتا بچہ۔

مٹی کا لباس اسپرم سے بنتا ہے۔ اسپرم میں گھٹنے بڑھنے کی صلاحیت نہ ہو تو ڈیڑھ فٹ کا بچہ 60 سال کا بوڑھا نہیں ہوگا۔ ہر قسم کا لباس جو بچے نے 60 سال تک پہنا ہے، بوسیدہ ہو کر پھٹ رہا ہے۔ تفکر کیا جائے تو مٹی کا لباس جسے ہم آدمی سمجھتے ہیں، وہ بھی کپڑے کی طرح بوسیدہ ہو رہا ہے۔ گھٹنے بڑھنے کا عمل بالآخر ایسے مقام پر لے آتا ہے کہ بچہ 60 یا 100 سال کے بعد غائب ہو جاتا ہے اور مٹی سے بنا ہوا لباس مٹی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

• • ——————— • •

لباس مٹی کا ہو یا گیس اور روشنی کا، تغیر ہے۔ ہم چاہے جس دنیا میں ہوں، خود کو کھاتا پیتا دیکھتے ہیں اور کھانے پینے کا تعلق نشوونما (تغیر) سے ہے البتہ کائنات میں جتنی دنیائیں ہیں، ان میں سب سے زیادہ تغیر مٹی کے لباس میں ہے۔ مٹی میں تعفن کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کا عمل زیادہ ہے۔ زمین پر جتنی مخلوقات ہیں، ان کی تعداد لاشمار ہے۔ سب کا وجود مٹی پر قائم ہے۔ مٹی کی تخلیق میں رنگ شامل ہیں۔ رنگوں کا مشاہدہ پودوں، پھولوں، پھلوں، پرندوں اور ساری مخلوقات میں نظر آتا ہے۔ احسن الخالقین اللہ کا ارشاد ہے،

> "اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست[1] سے بنایا۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند[2] میں تبدیل کیا۔ پھر اس بوند کو لوتھڑے[3] کی شکل دی۔ پھر لوتھڑے کو بوٹی[4] بنادیا۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں[5] بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت[6] چڑھایا۔ پھر ہم نے اسے نئی صورت میں بنادیا۔ پس اللہ بڑا بابرکت ہے جو تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے۔" (المومنون: ۱۲۔۱۴)

مٹی کے دھاگوں سے تیار ہونے والا لباس ٹوٹ پھوٹ کے چھ مراحل سے گزرتا ہے

اور ہر مرحلہ رنگین ہے۔ مٹی ٹوٹتی ہے تو اس میں سے جوہر نکلتا ہے، جوہر میں سے بوند ظاہر ہوتی ہے، بوند کے خلیات ٹوٹنے سے لوتھڑا بنتا ہے، لوتھڑے سے بوٹی بنتی ہے، بوٹی کھلتی ہے تو اس میں سے ہڈی ظاہر ہوتی ہے اور ہڈی گوشت میں چھپ جاتی ہے۔ عرض ہے کہ جس لباس کی بنیاد ٹوٹ پھوٹ ہے، اس کی صلاحیتیں ایک حالت پر قائم نہیں رہتیں جب کہ اسپیس کی تسخیر کے لئے ایک مرکز پر قائم رہنا ضروری ہے۔

• • ———————— • •

ہم مٹی کے لباس کو آدمی سمجھتے ہیں جب کہ لباس پہننے اوڑھنے کی چیز ہے۔ ہماری پہچان "جان" ہے جو لباس پہنتی ہے اور اتار دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نوعِ آدم کو فی الارضِ خلیفہ بنایا ہے اور ارض (زمین) ایک نہیں، لاشمار ہیں۔ ہر زمین کے لباس کی صلاحیت الگ ہے۔ کسی میں کثافت زیادہ ہے اور کسی میں لطافت زیادہ ہے۔ جس لباس میں لطافت زیادہ ہے، وہاں ایک قدم سے دوسرے قدم میں میلوں میل طے ہو جاتے ہیں یعنی اسپیس سمٹ جاتی ہے۔ فی الارضِ خلیفہ کا مطلب یہ ہے کہ نوعِ آدم کے اندر ہر زمین کا لباس (صلاحیت) موجود ہے اور وہ جب چاہے، اسے پہننے اور اتارنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس صلاحیت سے مستفید ہونے کے لئے فی الارضِ خلیفہ کے علوم جاننا ضروری ہیں۔ خالقِ کائنات اللہ کا ارشاد ہے،

"اور یہ لوگ آپؐ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ آپؐ جواب دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔" (بنی اسرآءیل: ۸۵)

اللہ حافظ

خواجہ شمس الدین عظیمی

فقیر کی ڈاک

تفکر ــــ ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی ــــ عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ "فقیر کی ڈاک" اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیتے ہیں۔

محترم عظیمی صاحب ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

قرآن پاک ہمیں لاشمار عالمین سے متعارف کرواتا ہے۔ مثال کے طور پر عالمِ حشر و نشر، عالمِ جنت و دوزخ، عالمِ عرش و کرسی وغیرہ۔ ایک عالم کا نام "اعراف" ہے۔ گزارش یہ ہے کہ اعراف کون سا عالم ہے اور اہلِ سلوک اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

ایک قاری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

عام طور سے مرنے* اور انتقال* کا مفہوم "ختم ہونا" لیا جاتا ہے۔ مرنے کا مفہوم ختم ہونا ہرگز نہیں۔ عربی لغت کے اعتبار سے اس لفظ کے معنی پر غور کیا جائے تو اس کا مفہوم اور ترجمہ "منتقل ہونا" ہے یعنی آدمی دوسرے عالم میں منتقل ہو گیا۔ اردو زبان میں لفظ "انتقال" سے سمجھا جاتا ہے کہ آدمی مر گیا جب کہ وہ عارضی زندگی چھوڑ کر ایسے عالم میں چلا گیا جہاں موت نہیں ــــ جہاں زندگی کو دوام حاصل ہے۔

مرنے کی کیفیت پر غور کرنے سے دو حالتوں کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ آدمی اس جسم کو چھوڑ دیتا ہے کہ پھر مادی جسم سے اس کا تعلق قائم نہیں رہتا۔

---

* مرنے کا مطلب امر ہونا ہے۔ * انتقال کا مطلب منتقل ہونا ہے۔

۲۔ آدمی مادی جسم کو ارادہ واختیار سے چھوڑتا ضرور ہے لیکن اس کا تعلق مادی جسم سے قائم رہتا ہے۔

پہلی حالت کو موت کہتے ہیں جب کہ دوسری حالت نیند (خواب) کہلاتی ہے۔ وضاحت یہ ہے کہ آدمی نیند میں خواب دیکھتا ہے اور خواب میں ہر وہ کام کرتا ہے جو بیداری میں کیا جاتا ہے۔

مرنے کے بعد آدمی جہاں منتقل ہوتا ہے، اس کا معروف نام "اعراف" ہے۔ جس طرح آدمی مادی لباس کے ساتھ اِس دنیا میں مصروفِ عمل رہتا ہے، اعراف میں بھی چلتا پھرتا اور متحرک ہوتا ہے۔ زمین پر آباد شہروں کی طرح اعراف میں بھی آبادیاں ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہاں لباس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ مادی عالم میں روح گوشت پوست اور رگ پٹھوں کو جمع کر کے لباس بناتی ہے۔ گوشت پوست اور رگ پٹھوں کا تانا بانا مٹی کے ذرّات ہیں تو اعراف میں روح جو لباس تخلیق کرتی ہے، اس کا تانا بانا روشنیوں سے بنا ہے۔ چوں کہ مٹی میں وزن ہے اور مٹی کششِ ثقل کا دوسرا نام ہے اس لئے آدمی زمین پر خود کو پابند اور مجبور دیکھتا ہے۔ اعراف میں تانا بانا روشنیوں سے بنا ہے۔

پابند دنیا میں سفر کے لئے پابند وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے۔ رفتار تیز اور کم ہو سکتی ہے لیکن وسائل سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ آدمی ایک گھنٹہ پیدل چل کر تین میل کا سفر طے کرتا ہے، اس وقفے میں دوسرا آدمی سائیکل پر تقریباً آٹھ میل کا سفر طے کر لیتا ہے اور گاڑی میں ساٹھ ستّر میل اور ہوائی جہاز میں سینکڑوں میل کا سفر طے ہو جاتا ہے۔ رفتار کی تیزی اپنی جگہ لیکن وسائل کی محتاجی موجود ہے۔ یہ محتاجی اس وجہ سے ہے کہ جسم یعنی روح کا لباس مٹی کا بنا ہوا ہے اور اس کے ساتھ کام کرنے والے جتنے وسائل ہیں، وہ بھی مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ سائیکل مٹی کے علاوہ کچھ نہیں اس لئے کہ سائیکل کے اندر جتنے کل پرزے ہیں، وہ لوہے کے ہیں اور لوہا مٹی کے ذرّات کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اسی طرح ہوائی جہاز، موٹر کار، ریل گاڑی، بحری جہاز، بڑی چھوٹی مشینیں اور پہیّے سب مٹی ہیں۔

سطحِ زمین پر کوئی بھی دھات ہو، اس کا بنیادی مسالا مٹی ہے۔ مٹی شکلیں بدل رہی ہے ــــ مٹی کے ذرّات آدمی بن جاتے ہیں، کہیں سائیکل اور موٹر سائیکل بن جاتے ہیں اور کہیں ہوائی جہاز کا روپ دھار لیتے ہیں۔ کہیں درخت اور پرزے بن جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر شکل ڈائی سے بنتی ہے اور ڈائی مٹی کا مجموعہ ہے۔ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر تخلیق مٹی سے عمل میں آتی ہے۔ ضرورت اس

بات کی ہے کہ فرد کو مٹی کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم حاصل ہو۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا ارشادِ گرامی ہے،

موتوا قبل ان تموتوا

مر جاؤ، مرنے سے پہلے — اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی اِس زندگی میں زمان و مکاں (ٹائم اینڈ اسپیس) کی گرفت سے آزاد ہو کر اُس عالم کا مشاہدہ کر لے جہاں زمان و مکاں سے آزاد فضا ہے۔

آدمی جب سو جاتا ہے تو سوائے سانس کی آمد و رفت کے، اس میں اور مردہ جسم میں کوئی فرق نہیں۔ وہ ایک، دو یا کچھ زیادہ ایسے خواب ضرور دیکھتا ہے جن میں اس کی ملاقات اس کے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوست احباب کی روحوں سے ہوتی ہے۔ مرے ہوئے لوگوں کی روحوں سے ملاقات اس بات کی نشاندہی ہے کہ آدمی خواب کی حالت میں عالمِ اعراف میں منتقل ہو گیا۔

روحانیت کا منشا یہ ہے کہ انسان کے اندر وہ صلاحیت جو خواب میں کام کرتی ہے اور مادی دنیا کے زمان و مکاں سے آزاد کرتی ہے، بیداری کی حالت میں متحرک ہو — بیداری میں خواب کے حواس بندے پر غالب آجائیں تو وہ اس طرح دیکھتا اور سنتا ہے جس طرح خواب میں ہوتا ہے۔

آدمی سونے سے پہلے آرام و سکون کے ساتھ بستر پر لیٹتا ہے تو ذہن بیداری کے حواس سے ہٹ کر ان حواس میں منتقل ہوتا ہے جس کا نام نیند ہے۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں، پلکوں کا عمل رکتے ہی دنیاوی خیالات کی آمد رک جاتی ہے، شعور کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے، بند آنکھوں کے سامنے لاشعور کا دروازہ آتا ہے اور آدمی سو جاتا ہے۔ اس کیفیت کو بیداری میں طاری کرنے کے لئے جب توجہ شعوری تحریکات سے ہٹا کر لاشعوری تحریکات پر مرکوز کی جاتی ہے تو شعور نیند کی حالت کی طرح معطل یا مغلوب نہیں ہوتا اور نہ بے خبر ہو کر سوتا ہے بلکہ وہ ارادے سے لاشعور میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس عمل کو اہلِ روحانیت مراقبہ (meditation) کہتے ہیں۔

دعاگو، عظیمی

نامے میرے نام

"ماہنامہ قلندر شعور" نے قارئین خواتین وحضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم وجدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جارہے ہیں۔ ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کا قارئین کے تفکر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

مارچ 2023ء کے "آج کی بات" پر موصول تفکر نامے میں سے منتخب خطوط:

◆ مہرین سید (ابوظہبی) : 27 جنوری 2023ء کو حضور قلندر بابا اولیاؒ کے عرس کے موقع پر آپ کا خطاب سنا جو بعد میں مارچ کے شمارے میں شائع ہوا۔ میں نے یہ سمجھا ہے کہ مخلوق کی طرزوں میں رنگ ایک حالت میں قائم نہیں۔ ہم ہر شے کو نام دیتے ہیں۔ جب اس کا رنگ بدلتا ہے تو کسی اور نام سے پکارتے ہیں مثلاً پکا ہوا جامن اور کچا جامن جب کہ جامن، جامن ہے۔ ہم نے illusion کو قبول کر کے reality کا درجہ دیا ہے۔ رنگوں کی تبدیلی نافرمانی کی بنا پر ہے جو جنت میں ہوئی۔ اس دنیا میں رنگوں میں تغیر دیکھنا نافرمان ذہن کا نتیجہ ہے۔

◆ انس حفیظ (ناروے): زمین کے ہر خطے میں رہنے والا آدمی — آدم وحوّا کی اولاد ہے۔ رنگوں اور خدوخال میں فرق ہر خطے کی آب وہوا اور موسم کی وجہ سے ہے۔ ہم ایک ماں باپ کی اولاد ہیں — یہ بات حافظے سے حذف ہونے کی وجہ سے ہم فرقوں میں بٹ گئے ہیں، ہمارے درمیان اختلافات ہیں اور اس غفلت نے بھائی کو بھائی کا دشمن بنا کر زمین کو اذیت پہنچائی ہے۔

◆ سدرہ حسین (کراچی): محترم عظیمی صاحب نے رنگوں کی بہترین وضاحت کی ہے۔ اس بات نے حیران کر دیا کہ رنگوں میں تغیر سے یقین ٹوٹتا ہے۔ حواس مظہر کو قبول یا رد کرتے ہیں۔ حواس رنگوں میں مسلسل تغیر دیکھتے ہیں تو اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ ہم تغیر اور ٹوٹ پھوٹ کے دیکھنے کو دیکھ رہے ہیں جس سے زندگی سوالیہ نشان بن گئی ہے۔

◆ جنید سعید (جامشورو): آدم و حوّا اللہ کی بہترین تخلیق ہیں۔ اللہ نے آدم کو فی الارضِ خلیفہ بنایا ہے۔ فی الارضِ خلیفہ منصب ہے اور منصب علم کی بنا پر عطا ہوتا ہے۔ اس منصب کا تشخص علم الاسماء ہے جس سے فرشتے واقف ہیں نہ جنات۔ علم الاسماء کی وجہ سے فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ آدم کی اولاد اس علم کو حاصل کرتی ہے تو فی الارضِ خلیفہ کی حیثیت سے کائنات اس کے تابع ہو جاتی ہے۔

◆ دعا ذاکر (رسالپور): جنت میں ہزاروں درخت ہیں، ایک درخت کے قریب جانے سے کیوں منع فرمایا؟ یہ آدم کا امتحان تھا کہ وہ فرماں برداری پر قائم رہتا ہے یا نافرمانی کرتا ہے۔ نافرمانی سے قلبی مرکزیت متاثر ہوئی اور طرز فکر میں تغیر پیدا ہو گیا۔ عدم تعمیل کی بنا پر ہم دنیا میں آ گئے۔

◆ صدیق اعوان (دبئی): آم کی گٹھلی کا رنگ بھورا، گٹھلی میں گودے کا رنگ الگ، کچے آم کا رنگ سبز، پکے ہوئے آم کا رنگ پیلا اور کچے پکے آم کے گودے کا رنگ الگ ہے۔ آم میں سڑاند ظاہر ہونے سے رنگ بدل جاتا ہے۔ ایسے میں آم کا اصلی رنگ کون سا ہے؟

◆ صائمہ (کراچی): رنگ بدلنے سے یقین بے یقینی میں بدل جاتا ہے۔

◆ ساجد خان (پشاور): رنگ دوری ہے۔ مخلوق کی پہچان دوری کی وجہ سے ہے۔ دوری کی مقداریں معین ہیں۔ اگر مقداریں معین حد سے تجاوز کر جائیں تو یہ نافرمانی ہے۔

◆ سحر عفان (راولپنڈی): آدمی طرز فکر کے مطابق دیکھتا ہے۔ خیر پر مبنی طرز فکر آگ کو دیکھ کر ایجادات کے بارے میں سوچتی ہے تو آگ کی تعمیری پرتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ اگر ذہن میں شک اور فساد ہے تو آدمی آگ کے منفی پہلو "غصہ" کی تصویر بن جاتا ہے۔

◆ فائزہ اشرف (شہر کا نام نہیں لکھا): سب سے اچھا رنگ اللہ کا ہے یعنی ہر وہ عمل اچھا ہے جس کو اللہ نے پسند کیا ہے۔ اللہ کے حکم کو مقدم رکھنے والا شخص فکشن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ نیلے رنگ کو اس طرح نیلا دیکھتا ہے، جس فطرت پر اللہ نے نیلے رنگ کو تخلیق کیا ہے۔

◆ ڈاکٹر زبیر احمد (کراچی): ذہن یقین پر مرکوز ہونے سے محدودیت کا خول ٹوٹتا ہے اور رنگوں میں تغیر دیکھنے والی نظر مغلوب ہو جاتی ہے۔

مارچ 2023ء کے مضامین پر قارئین کی آراء اور تبصرے:

◆ سمعیہ رضوان (اسلام آباد): جب کوئی مصور اندر میں دیکھتا ہے تو پنسل برش اٹھاتے ہی شعور پر لاشعور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اسپیس سمٹ جاتی ہے۔ مضمون میں استاد اللہ بخش مرحوم کے کسی فن پارے کی تصویر دی جاتی تو مضمون کو مزید چار چاند لگ جاتے۔ یہ ہر لحاظ سے بہترین مضمون تھا۔

◆ شہباز اختر (ٹیکساس): مارچ کے شمارے نے عرس کی یادیں تازہ کردیں۔ عرس پر محترم عظیمی صاحب کا خطاب تفکر طلب تھا۔ جب اسے رسالے میں پڑھا تو محسوس ہوا کہ میں پڑھ نہیں رہا، سن رہا ہوں۔ الفاظ پہلی مرتبہ جس آواز میں سماعت بنتے ہیں، دماغ الفاظ کو اس آواز سے منسوب کر دیتا ہے۔ چھ سال قبل ڈاکٹر عمیر ریاض نے عرس کی تین روزہ تقریبات کی روداد کہانی کی طرز پر لکھی تھی۔ پھر اس طرز کی کوئی تحریر شائع نہیں ہوئی۔ امید ہے کہ اگلے سال کے لئے اس تجویز پر غور کیا جائے گا۔

◆ فرزانہ مشتاق (لاہور): "آج کی بات" کے آخر میں امتحانی پرچہ ہے۔ پچھلی مرتبہ جن لوگوں کی پوزیشن نہیں آئی تھی، ان کو اپنے نمبر معلوم نہ ہوسکے۔ کیا اس مرتبہ بھی ایسا ہو گا؟

* پرچہ حل کرنے والوں کے نام اتنے زیادہ ہیں کہ اس کے لئے صفحہ درکار ہو گا۔

◆ گل رخ (لودھراں): امی جان محترمہ راشدہ عفت عظیمیؒ کی تحریر اور تصویر دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ کس خوب صورتی سے الوژن کو بیان کر کے متوجہ کیا ہے کہ ہم سب کے اندر قلندر شعور کی صورت میں حقیقت موجود ہے۔ لازوال حسن کے سوال پر بوڑھی ماں نے بھنورے سے کہا،" میں قلندر شعور ہوں، تو بھی قلندر شعور ہے اور ساری کائنات قلندر شعور ہے۔"

◆ عبدالسلام (واہ کینٹ): ہر ماہ رسالے میں ایسے مضامین شائع ہوتے ہیں جو عمومی طرز سے مختلف ہیں جیسے حامد ابراہیم کی تحریر "لوجی۔۔۔ بن گئی بے "اور گلِ نسرین صاحبہ کی تحریر" گلاب کا پھول + جامن"۔ گلاب اور جامن یکسر مختلف چیزیں ہیں اور دونوں گلاب جامن میں نظر نہیں آتیں پھر اس کو گلاب جامن کیوں کہتے ہیں؟ معمولی سمجھی جانے والی چیز کے غیر معمولی رخ کو ظاہر کرنا طرزِ تحریر میں جدت ہے۔ آخر میں پوچھے گئے سوال کا جواب یہ ہے کہ نام فکشن وجود کا رکھا جاتا ہے تاکہ مسلسل تبدیل ہونے والی شے کی شناخت ہو سکے۔

◆ عائشہ سید (کینیڈا): کتاب "خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ، جلد دوم" میں معجزاتِ رسولؐ کا ذکر ہے۔ میں نے "پہاڑ نے حکم مانا" پر تفکر کیا۔ گھڑی میں 13 شعور دکھائے گئے ہیں۔ ان میں سے 12 شعور چھ لطائف کی نشاندہی ہیں اور ہر لطیفہ کے دو رخ ہیں۔ گھڑی میں نقطہ سب سے اعلیٰ شعور ہے جس کے غالب ہوتے ہی باقی 12 شعور مغلوب ہو جاتے ہیں۔ ہر شعور ایک دنیا ہے اور آدمی ہر دنیا میں خلیفہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

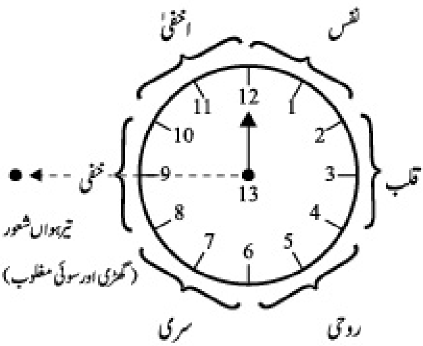

◆ عبدالمتین (حیدرآباد): مارچ کا شمارہ مضامین کا گلدستہ ہے۔ ڈاکٹر سعیدہ شفیق میمن کی تحریروں میں سندھ دھرتی کے رنگ ہیں۔ وجاہت علی صاحب کی کاوش "موسمِ بہار" پڑھ کر لطف آگیا۔ کیا خوب لکھا ہے کہ رنگ دوری ہے اور دوری کو زوال ہے۔ چڑیا اور مسافر کی گفتگو فکر انگیز ہے۔ جب مسافر نے سمجھا کہ بہار سے حسین موسم نہیں تو چمن میں چڑیا آہ بھرتے ہوئے بولی،

بہار آنے کی آرزو کیا، بہار خود ہے نظر کا دھوکا　ابھی چمن جنتِ نظر ہے، ابھی چمن کا پتہ نہیں ہے

◆ صفیہ ناصر (برطانیہ): مجھے اردو پڑھنی نہیں آتی۔ رسالے کے انگریزی سیکشن میں "آج کی بات" ہمارے لئے پورے مہینے کا ہوم ورک ہے۔ ہم گروپ اسٹڈی کرتے ہیں۔ بی بی انوار دھا کے مضامین میں روانی ہے۔ اردو سیکشن میں شائع ہونے والے کسی مضمون کو انگریزی میں ترجمہ کیا جائے تو ہمیں خوشی ہوگی۔ اولیائے کرام کی کرامات اور توجیہ ہم شوق سے پڑھتے ہیں۔

★ — ★ — ★

آپ کا ہر دلعزیز رسالہ "ماہنامہ قلندر شعور" آن لائن مطالعے کے لئے دستیاب ہے۔ "ماہنامہ قلندر شعور" کے ڈیجیٹل ایڈیشن کی سبسکرپشن کے لئے ویب سائٹ پر موجود فارم پُر کیجئے۔ ہمارا ویب ایڈریس یہ ہے،

https://qalandarshaoormonthly.online/

۱ + ۱ = ؟

یہ مضمون ہر اُس فرد کے لئے ہے جس نے اسکول کی پہلی کلاس میں ریاضی پڑھی ہے۔

ریاضی کے چار بنیادی افعال* ہیں۔

۱۔ جمع ۲۔ تفریق ۳۔ ضرب ۴۔ تقسیم

ریاضی کا قاعدہ ہے،

ایک میں سے ایک کم ہو تو صفر ہے۔

$$1 - 1 = 0$$

ایک جمع ایک کا جواب دو ہے۔

$$1 + 1 = 2$$

ایک سے ایک کے ضرب کا حاصل 1 ہے۔

$$1 \times 1 = 1$$

ایک کی ایک سے تقسیم کا جواب 1 ہے۔

$$1 \div 1 = 1$$

کیا آپ اس قاعدے سے متفق ہیں؟

جب کہ میں متفق نہیں۔

وجہ جاننے کے لئے آگے پڑھئے۔

اسکول میں ذہن کچا تھا۔ مس نے بلیک بورڈ پر جو لکھا، میں نے قبول کر کے طوطے کی طرح یاد کر لیا۔ برسوں گزرنے کے بعد آج ذہن کشمکش میں ہے اور سوال کرتا ہے کہ ٹھیک ہے، ایک میں سے ایک کم ہوا تو صفر (0) ہو گیا یعنی دونوں کی نفی ہو گئی لیکن جب ایک میں ایک جمع کیا تو یہ دو کیسے ہوئے—؟

چیز جمع ہونے سے ایک ہوتی ہے۔ اگر ایک نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ جمع نہیں ہوئی پھر ایک جمع ایک دو کیسے بنے؟

پانی اور چینی ملنے سے شربت بنتا ہے۔ شربت بظاہر دو چیزوں سے مل کر بنا ہے۔ دو چیزوں کی آمیزش کو ہم دو نہیں سمجھتے، شربت کہہ کر ایک وجود تسلیم کرتے ہیں لیکن جمع کے اس اصول کا اطلاق ریاضی میں نہیں کرتے۔

---

* افعال (operations) ۱۔ Addition ۲۔ Subtraction ۳۔ Multiplication ۴۔ Division

مٹی کا تیل پانی میں حل نہیں ہوتا، لاکھ کوشش کی جائے، ان کو یکجا نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ان کی مقداریں مختلف ہیں۔

کائناتی نظام کے تحت جمع کے کلیہ کی بہترین مثال پانی ہے۔ پانی سے پانی ملتا ہے تو کوئی اسے دو پانی نہیں کہتا۔ دریا سمندر میں جمع ہوتے ہیں، دیکھنے والا سمندر میں مختلف دریاؤں کے پانی کی نشاندہی نہیں کرتا۔ اگر پانی کی نوعیت دوسرے پانی سے مختلف ہو تو وہ ساتھ بہتے ہیں لیکن جمع نہیں ہوتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔"

(الرحمٰن: ۱۹۔۲۰)

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمع کا مطلب یکجا ہونا ہے۔ لغت میں یکجا کے معانی تلاش کئے جائیں تو اکٹھا، جمع اور شامل جیسے الفاظ ملتے ہیں۔

دو گلاس قریب رکھ کر کوئی کہے کہ یہ یکجا ہے تو زبان کے لحاظ سے بھی یہ کلیہ درست نہیں۔ یکجا کا مطلب ایک جگہ ہے جب کہ دونوں گلاسوں نے الگ الگ جگہ گھیری ہوئی ہے۔

مختلف یا ایک طرح کی چیزوں کو ساتھ رکھنا "جمع" کی تعریف میں نہیں آتا۔ اگر جمع کی جگہ "اضافے" کا لفظ استعمال کیا جائے تو بھی بات نہیں بنتی۔ شے میں ایک اور شے کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ دو نظر نہیں آتی، ایک ہو جاتی ہے۔

اگر یہ جملے پڑھتے ہوئے دماغ میں کھانا پکانے کی تصویر بنتی ہے تو اس کلیے کو بھی سمجھ لیجئے۔ کھانے میں متعدد اجزا شامل کئے جاتے ہیں جو ذائقے کے لحاظ سے کسی حد تک ایک ہو جاتے ہیں مگر شکل و صورت (ساخت) کے اعتبار سے ان کی پہچان برقرار رہتی ہے۔ کچھ مسالا جات اور اجزا سالم نہیں رہتے، پکانے کے دوران حل ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کو پیس کر ڈالا جاتا ہے یا وہ پکنے کے دوران گَل جاتے ہیں یعنی ان کی ساخت کا تشخص ختم ہو جاتا ہے۔

یہ منطق نہیں بلکہ ریاضی کے بنیادی قاعدے کو کائناتی نظام کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش ہے۔ جمع کے حقیقی معانی شے کا شے میں داخل ہونا ہے۔ ایک، ایک میں داخل ہو گیا تو وہ دو کیسے بنا؟ آیا دونوں ایک ہو جاتے ہیں یا دونوں کی انفرادیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ایک جمع ایک دو کیسے ہوئے ___؟

ریاضی کا تیسرا فعل ضرب ہے۔
ضرب کا مطلب دہرانا ہے۔
ایک کا ہندسہ موجود ہے۔ کہاں سے آیا، کسی کو نہیں پتہ۔ ایک سے پہلے صفر ہے مگر ماہرین گنتی صفر سے شروع نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ صفر کی اپنی کوئی قدر (value) نہیں، یہ دوسرے ہندسوں سے مل کر قابلِ قدر بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر صفر کی قدر نہیں تو اس کی بنا پر باقی ہندسوں کی قدر کیسے بڑھ جاتی ہے؟

شہنشاہ ہفت اقلیم نانا تاج الدین ناگپوریؒ نے ایک دوہے میں صفر کی اہمیت بیان کی ہے،

مانس ہے سب آتما، مانس ہے سب راکھ
بندی کی گنتی نہیں، بندی میں سو لاکھ

ضرب کا مطلب دہرانا ہے۔ ایک موجود ہے، دہرانے پر ایک سے دو ہونا چاہئے لیکن ریاضی کے قاعدے کے مطابق 1x1 کا جواب 1 ہے۔
بچپن میں پہاڑے یاد کئے۔ دو کا پہاڑا ہے،

اک دونی دو
دو دونی چار
دو تیا چھ
دو چوک آٹھ
دو پنج دس

دو کو دو مرتبہ دہرانے سے چار، تین کو تین مرتبہ دہرانے سے نو اور چار کو چار سے ضرب دینے سے 16 بنتے ہیں پھر ایک کو ایک مرتبہ دہرانے کا حاصل دو کیوں نہیں؟
اماں بیٹے سے کہتی ہیں کہ سبق یاد کرو۔
جب وہ یاد کرلیتا ہے تو کہتی ہیں کہ اسے ایک مرتبہ دہراؤ۔ وہ دہراتا ہے۔
پوچھتی ہیں کہ سبق کتنی مرتبہ دہرایا۔
وہ کہتا ہے—ایک سے زائد مرتبہ۔
بچے کا جواب درست ہے۔ بتایئے کیسے؟

ریاضی کا آخری فعل تقسیم ہے۔
قاعدہ یہ ہے کہ
ایک کو صفر میں جمع کرنے سے ایک بنتا ہے،

$$1 + 0 = 1$$

ایک اور صفر کی تفریق سے ایک باقی رہتا ہے،

$$1 - 0 = 1$$

ایک کے صفر سے ضرب کا جواب صفر ہے

$$1 \times 0 = 0$$

مگر ایک صفر سے تقسیم نہیں ہوتا۔

$$1 \div 0 = 1$$

ایک — ایک سے بھی تقسیم نہیں ہوتا۔

ریاضی میں تقسیم کا قاعدہ دو سے شروع ہوتا ہے۔ دو کہاں سے آتا ہے —؟

ایک دو سے تقسیم ہو کر 0.5 بن جاتا ہے لیکن دو کا ہندسہ ایک سے تقسیم ہو کر ایک رہتا ہے۔

$$1 \div 2 = 0.5$$

$$2 \div 1 = 2$$

تین، چار اور پانچ کا ہندسہ بھی ایک سے تقسیم نہیں ہوتا — تین، چار اور پانچ رہتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب ایک، ایک سے تقسیم نہیں ہوتا تو دو کہاں سے آتا ہے؟ وہی ایک، دو سے کس طرح تقسیم ہو جاتا ہے اور دو ایک سے تقسیم ہو کر دو کیوں رہتا ہے؟

اگر ایک کے ہندسے میں تقسیم کی صلاحیت نہیں ہے تو پھر اس میں جمع، تفریق اور ضرب کی صلاحیت کس طرح ہے؟

دلیل دی جاسکتی ہے کہ شے کی ذات تقسیم نہیں ہوتی، اسی طرح ایک کا ہندسہ بھی تقسیم نہیں ہوتا۔ پلیٹ میں آم ہے۔ اس کے ٹکڑے کئے جائیں تو وہ اپنی ذات کے اندر رہتے ہوئے تقسیم ہوتا ہے یعنی تقسیم ہونے سے ایک آم دو نہیں ہو جاتا۔ سب کہتے ہیں کہ یہ ایک آم کے کئی ٹکڑے ہیں۔ جب ایک، ایک سے تقسیم نہیں ہوتا تو دو، تین اور چار کہاں سے آئے؟ یہ کس کے جمع، تفریق اور ضرب سے بنے؟

اگر آپ ریاضی کے چاروں افعال میں ایک اور ایک کی ایکویشن کو سامنے رکھیں جیسا کہ مضمون کے پہلے صفحے پر ہے تو جو گزارشات پیش کی گئی ہیں، ان کو سمجھنا آسان ہوگا۔

ہوسکتا ہے کہ قاری بالخصوص ریاضی کا طالب علم مضمون میں سوالات سے متفق نہ ہو۔ ٹھیک ہے، حقِ رائے وہی سب کے لئے ہے مگر سوال یہ ہے کہ رائے چاہے اختلاف میں ہو یا تائید میں، کسی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔

ریاضی جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم پر قائم ہے۔ یہ اصول کس بنیاد پر متعین کئے گئے ہیں؟ اگر بنیاد فرضی ہے تو پھر ریاضی کیا ہے؟

قارئین اور ریاضی کے طالب علموں سے گزارش ہے کہ اس مسئلے کو غیر جانبداری سے حل کر کے ادارے کو بھیج دیں، شکریہ۔

ملک محمد ناصر

پی ہو پی ہو

کون ہے جو شعور اور لاشعور کے خانوں میں جگمگاتا ہے؟ ہوا کے پنکھ میں سائیں سائیں کس کی ہے؟ ٹپکتے پانی میں ٹپ ٹپ کی آواز کیسی ہے اور پھولوں میں کس کے خیال کی خوش بو ہے؟

آدمی وہاں ہوتا ہے جہاں اس کا خیال ہوتا ہے۔ ہونا نہ ہونا بھی خیال کی وجہ سے ہے۔ وہ اس لئے زندہ ہے کہ اسے ایک خاص مقام پر اپنے موجود ہونے کا خیال آرہا ہے۔ خیال میں موجود مقام بدل جائے تو آدمی فنا نہیں ہوتا بلکہ کسی اور مقام پر منتقل ہو جاتا ہے۔

ہر وجود خیال پر قائم ہے ورنہ اس کا تصور محال ہے۔ خیال فرد کی اپنی تخلیق نہیں، کہیں سے آتا ہے اور ظاہر ہو کر چھپ جاتا ہے۔ یہ تحریر جو آپ پڑھ رہے ہیں، اس پر نام اگرچہ مضمون نگار کا ہے لیکن یہ خیال کے ذریعے کہیں سے آئی ہے اور کاغذ پر نقل کی گئی ہے۔

ساگر تحقیق و تلاش کا طالب علم ہے۔ اسے علم ہے کہ جس شے کا خیال آتا ہے، وہ کائنات میں موجود ہے۔ وہ تلاش میں ہے کہ زمان و مکاں، نزول و صعود، زندگی اور موت، رنگ و نور، دن اور رات، فرشتوں کی تخلیق، انسان اور جنات کی پیدائش ــــ سب حلقۂ دامِ خیال ہے پھر خیال کیا ہے اور کہاں سے آتا ہے؟

مخلوق محبت کے خیال میں بندھی ہوئی ہے۔ محبت نہ ہو تو ہر تعلق حتیٰ کہ عبادت کی بھی تکمیل نہیں ہوتی۔

بلبل نے گل سے پوچھا، تم کس کے خیال میں خوشی سے پھول کر پھول بنے ہو؟

پھول نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

مسکرانے سے پنکھڑیوں کا رنگ گہرا ہو گیا۔

بلبل کو تذبذب میں دیکھ کر پھول نے پوچھا، تم کس کے فراق میں نالے بلند کرتی ہو؟

بلبل کے اندر خاموشی چھا گئی۔ محبوب کا نام

لب پر لانا گوارا نہ ہوا اور سمجھ گئی کہ پھول کے چہرے پر مسکراہٹ کی وجہ کیا ہے۔

ہر فرد خیال کی پیروی کرتا ہے۔ خیال کے موتی پرونے سے غزلیں بنتی ہیں تو کہیں خیال ہجر کی صعوبتوں سے لرزتا ہے اور ـــ وصال کی خوش بو سے مہکتا ہے۔

خیال ایک ہے مگر مصور اسے ہزاروں رنگوں میں دیکھتا ہے، عاشق اسے ڈھولن، ماہیا، پریتم اور پیا کے ناموں سے پکارتا ہے، موسیقار اس میں لاشمار نغمے تلاش کرتا ہے، لکھاری اسے سن کر کتابیں لکھتا ہے، کیمیادان کو اس میں نئے نئے کیمیائی مادوں کا ادراک ہوتا ہے، خلا نورد اس کی آواز سن کر خلا میں راستے تلاش کرتا ہے، سائنس دان اجسام کے فارمولوں کی جستجو میں رہتا ہے اور اندر کا طالب علم خیال میں اپنے آپ اور اس مقام کو ڈھونڈتا ہے جہاں سے خیال آتا ہے اور مظاہرہ کر کے چلا جاتا ہے۔

تحقیق و ایجادات بھی خیال پر قائم ہیں۔ مفکر کے ذہن میں خیال روشن ہوتا ہے۔ وہ اس کی روشنی میں مقام دریافت کرنے نکلتا ہے اور راستے کی دھول میں چھپ جاتا ہے۔ پیچھے آنے والا مفکر سفر جاری رکھتا ہے اور خیال میں موجود متعلقہ شے کے مقام سے واقف ہو جاتا ہے۔

محب وہ دیکھتا ہے جو دیکھنا چاہتا ہے۔ اس آس پر جیتا اور اس یقین پر مرتا ہے کہ محبوب آس پاس ہے۔ دل کی چوکھٹ پر امید کا دِیا جلتا ہے۔ اسے محبوب کے ہونے کی اطلاع مسلسل مل رہی ہے۔ وہ تصور میں قدم بہ قدم چلتے ہوئے چاہت کے پھول چنتا ہے اور محبوب کی جھولی میں ڈال کر کہتا ہے کہ دیکھو! میں نے تمہاری جھولی پھولوں سے بھر دی ہے۔

محبوب کہتا ہے، محبت کی جھولی کب بھرتی ہے، یہ تو ہمیشہ خالی رہتی ہے۔ اگر جھولی بھر گئی تو محبت کیسے داخل ہوگی؟ محبت تشنگی پر قائم ہے۔ تشنگی دور ہو جائے تو پھر طلب کیسی! تم نے مجھے پھول نہیں، خیال تحفے میں دیئے ہیں۔ پھولوں کا تحفہ خوش بو دار خیال کے سوا کیا ہے؟ پھول اور خوش بو دونوں شے ہیں۔ یہ جس خیال کے تحت پیدا کئے گئے ہیں اور جس وجہ سے میری جھولی میں آئے ہیں، وہ علمِ شے ہے ـــ یعنی اس کا پیدا ہونا اور منتقل ہونا علمِ شے ہے۔

پیاس اور پانی خیال کے دو رخ ہیں۔ پانی خیال

کا مظاہرہ اور پیاس مظاہرے میں حرکت ہے۔

چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور دریا کنارے بیٹھ گئی۔ اسے پیاس لگی تھی جب کہ دریا کا موقف تھا کہ میں نے چڑیا کو پکارا ہے۔ ہوا یہ کہ چڑیا کو پیاس لگی تو پیاس کی لہریں دریا تک پہنچیں، دریا کے پانی میں چڑیا کا حصہ ہے اس لئے دریا کی لہروں نے چڑیا کو راہ دکھائی۔

ساگر نے دیکھا کہ چڑیا، پانی اور تمام ثمرات (وسائل) ہماری طرح نوع ہیں۔ خیال ایک فرد کو آتا ہے اور ساری نوعیں متحرک ہو جاتی ہیں، اس طرح کائنات میں ہر وقت ارتعاش رہتا ہے، ایک سوچ کے آن آف ہونے سے روشنی اور تاریکی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

تمام اشیا کے درمیان خیال کا دِیا روشن ہے۔ خیال مظہر بننے سے پانی کی تکمیل ہوتی ہے نہ پیاس کی اور نہ پانی پینے والی مخلوقات کی۔ اگر ان میں سے کسی کی تکمیل ہوگئی تو اسے مزید کسی شے کی ضرورت نہیں رہے گی اور اس کا ربط دوسرے وسائل سے منقطع ہو جائے گا۔

نظامِ کائنات اس کلیے پر قائم ہے کہ شے کی تسکین ہوتی ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی کیوں کہ لامحدودیت کا مطلب یہی ہے کہ یہاں ہر انتہا کسی دوسری کیفیت، منزل اور مقام کی ابتدا ہے ورنہ لامحدودیت — لامحدودیت نہیں رہے گی، کسی ایک مقام پر آکر سفر رک جائے گا۔

چڑیا نے کہا، پانی پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے مگر کچھ وقت گزرنے کے بعد پھر پیاس لگتی ہے۔ ایک مرتبہ پانی پینے سے پیاس بجھنے کا دھوکا کیوں ہوتا ہے اور پانی پی لینے سے پیاس ہمیشہ کے لئے کیوں نہیں بجھتی؟

دریا نے کہا، پیاس کی تکمیل ہوگئی تو پانی غائب ہو جائے گا۔ تمہاری پیاس ہمیشہ کے لئے بجھ گئی تو میری (دریا) روانی رک جائے گی۔ بہتا ہوا پانی کیا ہے —؟ زندگی ہے، کشش ہے۔ تم دریا کو پانی کا بہاؤ سمجھتی ہو جب کہ یہ کشش کی بہتی ہوئی موجیں ہیں۔ کائنات ہر طرف سے مجھے پکارتی ہے، سب کو میری طلب ہے۔ اگر طلب نہ رہے تو بہاؤ رک جائے گا اور میں ساکن ہو جاؤں گا پھر اپنی خبر رہے گی نہ کسی اور کی۔ خیال نے مجھے حرکت میں رکھا ہے۔ میرے بہاؤ میں تیزی خبر دیتی ہے کہ نہ جانے میں کس کس کی پکار ہوں۔

کائنات معین مقداروں کے ساتھ متعین بیلٹ پر سفر میں ہے۔ مسافر کے خیال میں گہرائی پیدا

ہوتی ہے تو منزل تصور کا روپ دھار لیتی ہے۔
خیال کا سفر تصور میں جاری رہتا ہے۔۔۔تصور احساس کے اسٹیشن پر ٹھہرتا ہے تو مسافر کی رفتار تیز ہوجاتی ہے اور احساس سے آشنا ہوتے ہی منزل سامنے آجاتی ہے۔ ہم چلتے ہیں تو منزل بھی ہماری طرف بڑھتی ہے۔ اگر منزل قبول نہ کرے تو ہم منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔

خیال تصورات کا بیج ہے۔ بیج کا خول ٹوٹتا ہے تو جوہر[1] سے بوند[2] بنتی ہے، بوند منجمد خون[3] میں ڈھلتی ہے پھر منجمد خون سے لوتھڑا[4] بنتا ہے، لوتھڑے سے ہڈی[5] کی مقداریں ظاہر ہوتی ہیں اور ہڈی گوشت[6] میں چھپ جاتی ہے۔

"وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے، بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔"

(اٰلِ عمرٰن : ٦)

جوہر کا ننھے ملائم بچے کی شکل اختیار کرنا خیال کے نقطے میں بند تصورات کا مظاہرہ ہے۔

رات نے دن کی چادر اوڑھ لی تھی۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا اور خاموشی میں گونج تھی۔ ساگر نے کان لگا کر سنا تو دماغ کی اسکرین پر پپیہے کی تصویر بنی جو "پی ہو پی ہو" پکار رہا تھا۔

آواز بازگشت ہے جو زمین کے پردے پر بکھرنے کے بعد سنائی دیتی ہے۔ آواز اور گونج کا رشتہ پیاس اور پانی جیسا ہے۔ گونج خیال میں موجود تصورات کو طول و عرض میں پھیلا کر اپنے مقام پر واپس آتی ہے۔ یہ پیغام لے کر آگے بڑھتی ہے۔ گونج منبع سے ربط کی وجہ سے قائم ہے۔۔۔ ربط منقطع ہوجائے تو گونج ختم ہوجائے گی۔ خیال کو گونج نہ کہیں تو کیا کہیں۔۔۔؟

پتّے پر شبنم موتی بن گئی تھی جس کا خول تصورات کی چمک سے رنگین تھا۔ ساگر نے سوچا کہ قطرے میں ایک دنیا آباد ہے جس کا ہر فرد ہماری طرح خود کو چھوٹا بڑا دیکھتا ہے مگر اسے خبر نہیں کہ وہ قد آور ہو کر بھی قطرے کے اندر ہے۔ اس کی مثال لفظ "محبت" کی ہے جس کے بارے میں شاعر نے کہا ہے،

اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے
سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

باہر دن تھا جب کہ کمرے میں رات تھی۔ دن اور رات کی فصیل پر کھڑے ساگر کے اندر

۱۔ جوہر (ست) ۲۔ بوند (نطفہ) ۳۔ منجمد خون (علقہ) ۴۔ لوتھڑا (مضغہ) ۵۔ ہڈی (عظامًا) ٦۔ گوشت (لحمًا)

خیال کی روشنی پھیل گئی۔ وہ روشنی جو خیال کے منبع سے رجوع کرنے کا پیغام دے رہی تھی۔

بے خیالی میں جتنے مناظر نگاہوں کے سامنے آئے اور وہ تمام آوازیں جو سماعت بنیں، سب نے فکر کا دھارا اس جانب موڑ دیا کہ وہ کون ہے جو شعور اور لاشعور کے خانوں میں جگمگاتا ہے؟ ہوا کے پنکھ میں سائیں سائیں کس کی ہے؟ ٹپکتے پانی میں ٹپ ٹپ کی آواز کیسی ہے اور پھولوں میں کس کے خیال کی خوش بو ہے؟

اس چمن میں کباب کی بو ہے
دلِ بلبل جلا دیا کس نے

ساگر نے خیال میں آنے والی تصویروں اور آوازوں کو سنتے اور دیکھتے ہی جب یہ جاننا چاہا کہ خیال کہاں سے آرہا ہے تو خیال روشن ہوگیا اور وہ اس روشنی سے خود کو علیحدہ نہ کرسکا۔ تھوڑی دیر بعد کمرا "اللہ ھو" کی گونج بن گیا۔ گونج کہہ رہی تھی کہ زندگی کی خبر دینے اور زندگی کو قائم رکھنے والی ہستی صرف ایک ہے۔ وہی اول ہے اور آخر بھی، ظاہر ہے اور باطن بھی۔

ساگر کے اندر سے ایک اور ساگر نکلا اور اس مقام کی طرف چل دیا جہاں سے خیال آرہا تھا۔

بندھ جائے سو موتی ہے رہ جائے سو دانا ہے

اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانا ہے
سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانا ہے
یہ کس کا تصور ہے یہ کس کا فسانا ہے
جو اشک ہے آنکھوں میں تسبیح کا دانا ہے
دل سنگِ ملامت کا ہر چند نشانا ہے
دل پھر بھی مرا دل ہے دل ہی تو زمانا ہے
آنکھوں میں نمی سی ہے چپ چپ سے وہ بیٹھے ہیں
نازک سی نگاہوں میں نازک سا فسانا ہے
اے عشق جنوں پیشہ ہاں عشق جنوں پیشہ
آج ایک ستم گر کو ہنس ہنس کے رلانا ہے
یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
تصویر کے دو رخ ہیں جاں اور غمِ جاناں
اک نقش چھپانا ہے اک نقش دکھانا ہے
مجھ کو اسی دھن میں ہے ہر لحظہ بسر کرنا
اب آئے وہ اب آئے لازم انہیں آنا ہے
اشکوں کے تبسم میں آہوں کے ترنم میں
معصوم محبت کا معصوم فسانا ہے
آنسو تو بہت سے ہیں آنکھوں میں جگرؔ لیکن
بندھ جائے سو موتی ہے رہ جائے سو دانا ہے

(شاعر: جگرؔ مراد آبادی)

زیر سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور ـــــ روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات وطلبہ کے لئے عظیمی صاحب کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

فری ممبرشپ

فری مطالعہ

مکان نمبر 65 بلاک A-2 ، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی

نزد جوہر ٹاؤن ، لاہور ۔ فون نمبر: 042-35185142

گلِ نسرین

اندر میں تصویر

نافرمانی کے نتیجے میں پہلے قلب پر مہر کیوں لگتی ہے—؟ قلب پر مہر کا پہلا اثر سماعت پر ہوتا ہے۔
سوال یہ ہے کہ سماعت ہی کیوں، بصارت اور گویائی کیوں نہیں—؟

قرآن کریم کائنات کے تخلیقی فارمولوں پر مبنی کتاب ہے اور باطنی علوم کے ماہرین نے اسے تین بنیادی عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شریعت ۲۔ تاریخ ۳۔ معاد

شریعت سے متعلق آیات ہوں، گزشتہ اقوام کے حالات ہوں یا معاد کی صورت میں تخلیق اور تکوینِ کائنات کے امور — غور و فکر سے ہر آیت میں قوانین (laws) کا انکشاف ہوتا ہے۔

سورۃ البقرۃ کی ابتدائی پانچ آیات میں ان خواتین و حضرات کی صفات بیان کی گئی ہیں جو عرفانِ الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو انکار کرنے والوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل ہوتی ہے تو حواس روشن ہوتے ہیں اور جب احکامات نظر انداز کرنے کی روش پختہ ہوتی ہے تو حواس پر مہر لگ جاتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے،

"اور اللہ نے ان کے قلوب[1] اور سماعت[2] پر مہر لگادی ہے اور ان کی بصارت[3] پر پردہ پڑ گیا ہے۔ ان کے لئے عذابِ الیم ہے۔"

(البقرۃ : ۷)

آیت میں نافرمان لوگوں کی قلبی حالت اور حواس کا طرزِ عمل — ماضی، حال اور مستقبل کی حالتیں، معاد کے قوانین، قلب و سماعت کے لئے مہر اور بصارت کے لئے پردے کا ذکر ہے اور آخر میں انجام بیان ہوا ہے۔

غیر جانبداری سے تحقیق کرنے پر ذہن میں سوال آتا ہے کہ نافرمانی کے نتیجے میں پہلے قلب پر مہر کیوں لگتی ہے؟

خالق نے مخلوق سے ربط کے لئے جو نظام وضع

کیا ہے، وہ "اطلاع" ہے اور اطلاع قلب پر وارد ہوتی ہے۔ دماغ اور جسم کے اعضا کام چھوڑ دیں تو آدمی زندہ رہتا ہے لیکن حرکتِ قلب رک جائے تو اس حالت کو موت کہتے ہیں۔ زندگی اطلاع پر قائم ہے اور زندگی کی اطلاع قلب پر وارد ہوتی ہے پھر جسم میں تقسیم ہوتی ہے۔

اطلاع لاشعور سے آتی ہے۔ اس میں زمین کا فکشن رنگ شامل نہیں ہوتا۔ قلب مومن کا ہو تو وہ اسے ہو بہو قبول کرتا ہے۔ اگر طرز فکر میں شک ہو تو اندر کے آئینے پر گرد آجاتی ہے۔ جب اطلاع گرد و غبار سے اٹے شیشے میں داخل ہوتی ہے تو شیشے کی سطح صاف نہ ہونے سے اطلاع کا عکس چھپ جاتا ہے اور آدمی گرد و غبار کے دیکھنے کو دیکھتا ہے۔ ایک اور مثال عینک پر بھاپ کی ہے۔ دیکھنے کی یہ طرز پختہ ہو جائے تو آدمی اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کرتا۔

جسم کا نظام قلب کے تابع ہے لہٰذا لاشعور سے اطلاع شعور پر وارد ہوتی ہے تو مہر لگنے سے ہدایت (guideline) قبول کرنے کی قلب کی صلاحیت مغلوب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں دل کے تین مدارج بیان ہوئے ہیں۔

① قلب ② صدر ③ فواد

قلب خول ہے۔ مہر لگنے سے قلب کا خول سخت ہو جاتا ہے۔ قلب نہ کھلے تو اس کے اندر وہ مقام روشن نہیں ہوتا جسے قرآن میں "فواد" کہا گیا ہے۔ فواد کیا ہے ــــ؟

واقعۂ معراج میں خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا عالمِ بالا کی طرف سفر ہوا تو جس مقام پر اللہ اور اس کے محبوبؐ کے درمیان دو کمانوں سے کم فاصلہ رہ گیا، اللہ نے اس مقام پر دیکھنے والی نگاہ کو "فواد" فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ہے،

"قسم ہے تارے کی جب وہ غروب ہوا۔ تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔ وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا۔ یہ وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ اسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے جو بڑا صاحبِ حکمت ہے۔ وہ سامنے آ کھڑا ہوا جب وہ بالائی افق پر تھا۔ پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ اللہ نے باتیں کیں اپنے بندے سے جو باتیں کیں۔ دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا۔" (النجم: ۱۔۱۱)

اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کی تمام طرزوں میں دل کے دیکھنے کو قبول فرمایا ہے۔ چہرے پر لگی دو

آنکھوں کے دیکھنے میں فکشن شامل ہوتا ہے لیکن دل کا دیکھنا فکشن نہیں۔ دل کے دیکھنے میں اطلاع اصل حالت پر قائم رہتی ہے۔

لاشعور سے شعور کا ربط قلب کے ذریعے قائم ہے اس لئے نافرمانی پر سب سے پہلے قلب پر مہر لگتی ہے یعنی اب قلب نہیں کھلتا جس سے شعور کی لاشعور تک رسائی نہیں ہوتی اور فرد حقیقت دیکھنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے۔

قلب پر مہر کا پہلا اثر سماعت پر ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ سماعت ہی کیوں، بصارت اور گویائی کیوں نہیں——؟

سماعت شعور کا پہلا درجہ ہے۔ سماعت سے بصارت حرکت میں آتی ہے۔ روزِ ازل اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پکارا کہ کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ مخلوقات نے پہلے آواز سنی پھر دیکھنے کی کوشش کی کہ آواز کہاں سے آئی ہے اور کس کی ہے۔ یہ اطلاع آنے کے بعد حواس کے بیدار ہونے کی ترتیب ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت میں ترتیب کو مدنظر رکھیں تو حواس میں سماعت و بصارت کا درجہ واضح ہوتا ہے۔ قلب پر وارد ہونے والی اطلاع کو شعور کے درجے میں سب سے پہلے سماعت محسوس کرتی ہے۔ قانون یہ ہوا کہ آدمی پہلے سنتا ہے پھر دیکھتا ہے۔

ا۔ آدمی آواز سن کر دیکھتا ہے۔ کوئی پانی کہتا ہے تو ذہن میں پانی اور پیاس کی تصویر بنتی ہے جسے دیکھ کر آدمی کو پیاس لگتی ہے اور وہ اس تقاضے کی پانی پی کر تسکین کرتا ہے۔

۲۔ دوست آواز دیتا ہے تو دماغ میں آواز دینے والے کی تصویر بنتی ہے حالاں کہ آپ نے ابھی اسے دیکھا نہیں مگر علم ہو جاتا ہے کہ کس نے پکارا ہے۔ آواز اجنبی ہو تو معلوم نہیں ہوتا کہ کس کی ہے—— دماغ پکارنے والے کی شبیہ ریکارڈ میں تلاش کرتا ہے۔

قلب متاثر ہونے سے سماعت متاثر ہوتی ہے اور سماعت کا اثر بصارت پر پڑتا ہے۔ لاشعور کی آواز نہ سننے سے معنی و مفہوم فکشن ہو جاتے ہیں اور اعلیٰ فریکوئنسی کی لہروں کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت پر پردہ آجاتا ہے۔ لہروں کو بہر حال اپنا عمل پورا کرنا ہے، وہ کان کے پردے سے ٹکرا کر بکھرتی ہیں۔ آدمی بکھری ہوئی لہروں میں بکھرے ہوئے مناظر دیکھ کر سمجھتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں حالاں کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے، اسے نہیں معلوم۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ بصیر کے تحت

آدمی کو دیکھنے کی جو صلاحیت منتقل ہوئی ہے، بصارت پر پردہ آنے سے وہ صلاحیت پردے میں چلی جاتی ہے۔

بہرے آدمی سے کچھ کہا جائے تو وہ ہماری آواز سنے بغیر بات سمجھ لیتا ہے اور اپنی زبان میں وضاحت کرتا ہے — وہ بہرہ ہے، ہماری آواز نہیں سنی، جو کچھ ہم نے کہا، اس کے دماغ میں تصویر کیسے بنی؟

بہرہ آدمی دنیاوالوں کے لئے بہرہ ہے لیکن اپنے اندر کی آواز سن رہا ہے۔ آدمی باہر نظر آنے والے خدوخال سے نہیں سنتا بلکہ اندر میں ایک میکانزم ہے جس کے ذریعے وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ بہرے آدمی کی مشین کا وہ پرزہ کام نہیں کرتا جس سے ظاہری آوازوں کا عکس دماغ کی اسکرین پر بنتا ہے۔ ہاتھ کے اشارے سے بات سمجھانے پر وہ اشاروں کو اندر میں آواز کی مدد سے سنتا ہے اور سنتے ہی دماغ کی اسکرین پر تصویریں بن جاتی ہیں۔

ہیلن کیلر کے بارے میں آپ نے سنا ہے۔ وہ ڈیڑھ یا دو سال کی عمر میں ایک بیماری کے دوران سننے اور دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوگئی تھیں۔ والدہ نے تعلیم کے لئے استانی کا انتظام کیا جس نے ہیلن کیلر کے ساتھ 50 برس گزارے اور ہیلن کی ساری توجہ محسوس کرنے کی حس پر مرکوز کردی۔ جو حس کام کر رہی تھی اس کے ذریعے سننا اور دیکھنا سکھایا۔ ہیلن کیلر کی تحریریں پڑھی جائیں تو باریک بینی سے مناظر کی تصویر کشی قاری کو حیران کر دیتی ہے۔

آدمی اگر خود کو ایک حس تک محدود کر دے اور کسی وجہ سے وہ حس کام کرنا چھوڑ دے تو آدمی خود کو معذور یا اندھا بہرہ سمجھ لیتا ہے جب کہ ہیلن کیلر کی مثال بتاتی ہے کہ اللہ نے ہر حس میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیت رکھی ہے۔

خلاصہ : قلب کا دیکھنا اصل ہے۔ اللہ نے ہر فرد کو قلب سے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ جب نافرمانی کرنے سے قلب پر پردہ آجاتا ہے تو پھر کان جو کچھ سنتے ہیں اور آنکھیں جو دیکھتی ہیں، وہ الوژن بن جاتا ہے اور آدمی ناخوشی (عذاب) کی زندگی گزارتا ہے۔

"اور اللہ نے ان کے قلوب اور سماعت پر مہر لگادی ہے اور ان کی بصارت پر پردہ پڑ گیا ہے۔ ان کے لئے عذاب الیم ہے۔"

(البقرۃ : ۷)

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry
Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry
Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics
Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry
Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry
Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery
Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry
Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE
LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA
Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

آج کی بات

خواجہ شمس الدین عظیمی

ملنے کا پتہ :

عظیمی یونیورسٹی پریس®

رابطہ نمبر : +92-213-6417843

شہر بانو

مرید مرشد کو تلاش نہیں کرتا مرشد مرید کو تلاش کرتا ہے

اہلِ تصوف کو وادیِ فرغانہ سے نسبت ہے۔ اس وادی کی مٹی سے ایک ایسی خاتون ولیہ کی خوش بو آتی ہے، دنیا جنہیں بی بی راستیؒ کے نام سے جانتی ہے۔

حسن و جمال میں یکتا بی بی راستیؒ فرغانہ کی شہزادی تھیں۔ طبیعت درویشانہ تھی۔ محل میں رہتے ہوئے آسائشوں سے بے نیاز تھیں۔ آس پاس ریاستوں کے شہزادے ان سے شادی کے خواہش مند تھے لیکن شہزادی راستیؒ کسی ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتی تھیں جو ان کی طرح اللہ کے قرب کا متمنی ہو۔

بی بی راستیؒ اپنے نام کی طرح پرہیز گار اور عبادت گزار تھیں۔ عبادت و ریاضت کے باعث اندر میں صلاحیتیں بیدار ہوئیں تو عالمِ ناسوت میں رہتے ہوئے عالمِ ملکوت کے مناظر ان کے لئے روشن ہوگئے۔

ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند سے تقریباً 155 میل دور دنیا کے خوب صورت اور صحت افزا مقامات میں سے ایک وادیِ فرغانہ ہے۔

وادیِ فرغانہ قدیم دور میں شاہراہ ریشم کے ذریعے چین کے راستے باقی دنیا سے ملتی تھی۔ آج یہ کرغزستان، ازبکستان اور تاجکستان کے درمیان تقسیم ہے اور شاہراہ ریشم کے شمال میں ہے۔ اس کا بیشتر حصہ ازبکستان میں ہے۔

وادیِ فرغانہ میدانی علاقہ ہے۔ اس کی مٹی پھلوں اور اجناس سے زرخیز ہے۔ ہندوستان میں مغل سلطنت کے بانی ظہیر الدین شاہ بابر اور بابر سے پانچ سو سال قبل ہندوستان کے بادشاہ شمس الدین شاہ التمش دونوں فرغانہ کے رہنے والے تھے۔

شہزادی کے والد اور فرغانہ کے سلطان جمال الدینؒ کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ درویش صفت اور رعایا کے ہمدرد تھے۔ بیٹی کی شادی کی عمر تھی اور وہ جلد از جلد اس ذمہ داری

سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔

سلطان نے بیٹی سے پریشانی کا اظہار کیا تو شہزادی راستیؒ نے والد کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ آپ کیوں فکر مند ہوتے ہیں، جب اللہ چاہے گا، شادی ہو جائے گی۔ ہمیں اس معاملے میں اللہ کے حکم کا انتظار کرنا چاہئے۔

شہزادی راستیؒ اکثر عمرے کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاتی تھیں اور وہاں قیام کے دوران عبادت میں وقت گزارتی تھیں۔

ایک دفعہ خانہ کعبہ میں طواف کے بعد ان کی نظر ایک نوجوان پر پڑی جس کی پشت سے شعاعیں نکل رہی تھیں۔ محسوس ہوتا تھا کہ روشنی کی دھار ہو۔ شہزادی کی نظریں اس پر رکیں اور وہ ذہن میں آنے والے خیال میں یکسو ہو گئیں۔

طواف کے بعد اس سے مخاطب ہوئیں، آپ کا نام کیا ہے اور کہاں سے آئے ہیں؟

نوجوان نے کہا، میرا نام صدر الدین ہے اور میں ملتان شہر کا رہنے والا ہوں۔

ملتان کا ذکر سنتے ہی شہزادی کے ذہن میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کا نام آیا۔

کہا، شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے شہر سے؟

نوجوان نے کہا، جی! بندے کو ان کی فرزندی کا شرف حاصل ہے۔

شہزادی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد گویا ہوئیں، کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے؟

نوجوان نے کہا، نہیں۔

شہزادی نے کہا، اگر آپ شادی کرنا چاہیں تو میں ایک ایسی خاتون کو جانتی ہوں جو آپ کے لئے مناسب ہوں گی۔

نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا، شادی کا معاملہ میرے والد کے سپرد ہے۔ وہ جب اور جس سے چاہیں گے، میں اسے قبول کر لوں گا۔

شہزادی راستیؒ جب واپس فرغانہ پہنچیں تو والد سلطان جمال الدین کو بتایا کہ خانہ کعبہ میں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی، وہ شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے صاحبزادے ہیں، نام صدر الدین ہے۔ میں نے طواف کے دوران ان کے وجود سے روشن دھار نکلتے دیکھی ہے۔

سلطان جمال الدین بیٹی کا مدعا سمجھ گئے اور خوش ہوئے کہ شہزادی نے شادی کے لئے اچھے خاندان میں دلچسپی ظاہر کی۔

شہزادی کی حیثیت سے یہ فیصلہ معمولی نہیں تھا۔ تخت و تاج کی پروانہ کرتے ہوئے ایک ایسے فرد کی رفاقت کی خواہش ظاہر کی جس کا تعلق ظاہری تخت و تاج سے نہ تھا۔

سلطان جمال الدین نے ملتان کے سفر کی تیاری کی اور قافلے کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو شاہی قافلے کی خبر ہوئی اور نورِ باطن سے آمد کا مدعا بھی معلوم ہوا۔

روایت ہے کہ سلطان جمال الدین نے ملتان میں شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی خانقاہ میں قیام کیا۔ وہ زرو جواہر کا ایک تھال بطور نذرانہ ساتھ لائے تھے۔ شیخ کو پیش کیا تو انہوں نے توجہ نہ کی اور مصلّے کا ایک کنارہ اٹھایا۔

فرغانہ کا سلطان دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مصلّے کے نیچے جواہرات تھے۔

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ — اولیائے کرام میں بڑا نام ہیں۔ انہوں نے مرشد کی تلاش میں طویل وقت گزارا۔ ان کی حیات سالکینِ تصوف کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

زمانے کے نشیب و فراز سے گزر کر جب وہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے آستانے پر پہنچے تو ان کو دیکھتے ہی دل نے کہا،

"بہاء الدین! یہی تیری منزل ہے اور یہی تیرا گوہرِ مقصود۔"

والہانہ انداز میں آگے بڑھے اور قدموں میں سر رکھتے ہوئے گلوگیر آواز میں شعر پڑھا۔

ما بہ عشق تو نہ امروز گرفتار شدیم
کہ گرفتاری میا تو روزِ ازل است

ترجمہ: میں آپ کے عشق میں آج گرفتار نہیں ہوا بلکہ یہ گرفتاری تو روزِ ازل سے میرے مقدر میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے گلے لگایا تو وہ جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور رونے لگے۔

عرض کیا، میں بہت تھک گیا ہوں۔

شیخ شہاب الدینؒ نے فرمایا،

"ہمیں بھی تمہارا انتظار تھا۔ خالقِ کائنات کا یہی نظام ہے، فراق کے بعد وصال اور وصال کے بعد فراق ہے۔ شکر ادا کرو کہ آسودۂ منزل ہوگئے ورنہ بے شمار لوگ راستے میں پیاسے مرجاتے ہیں۔"

شیخ بہاء الدینؒ کو پیرو مرشد کے پاس رہنے کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ تربیت کا بڑا عرصہ مرشد تک پہنچنے کے دوران

طے کر چکے تھے۔ اس کا اظہار شیخ شہاب الدینؒ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ "ہمیں بھی تمہارا انتظار تھا۔"

مرید مرشد کو تلاش نہیں کرتا — مرشد مرید کو تلاش کرتا ہے۔ ایک بار انتخاب ہو جائے تو مرید جہاں کہیں ہو، مرشد تک پہنچنے کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ جب وہ مرشد کے پاس آتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ پہلی ملاقات ہے جب کہ مرشد اسے تب سے جانتا ہے جب تربیت کے لئے اس کا انتخاب ہوا۔ مرشد کے در تک پہنچنے میں مرید جن حالات سے گزرتا ہے، اس کی نگرانی ہوتی ہے۔

شیخ بہاء الدینؒ کو پیرو مرشد شیخ شہاب الدینؒ کا باطنی ورثہ عطا ہوا — ایسا علم جس کے سامنے سونے جواہر کی حیثیت مٹی ہے۔

سلطان جمال الدینؒ نے شیخ بہاء الدینؒ کی کرامت دیکھی تو مشاہدہ ہو گیا کہ میں وادیِ فرغانہ کا بادشاہ ہوں — جن کے در پر آیا ہوں، وہاں ظاہر و باطن دونوں کے خزانے ہیں۔

سلطان نے اگلے روز مخدوم بہاء الدین زکریاؒ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ بیٹی کی شادی کسی مخدوم زادے سے کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا، میرے بیٹے آپ کے سامنے ہیں۔ جسے چاہیں، اپنی فرزندی میں لے لیں۔

سلطان جمال الدین نے صدر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، میں اس کے لئے اتنی مسافت طے کر کے ملتان آیا ہوں۔

شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے بیٹے کے لئے نیک صفت بی بی راستیؒ کا رشتہ قبول کیا۔

تصوف کی کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ہر ماہ چاند کی پہلی تاریخ کو اپنے بچوں سے ملاقات کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حسبِ معمول بچے حجرے میں داخل ہوئے اور سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ شہزادی راستیؒ بھی ان میں تھیں۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سر پہ دستِ شفقت رکھا۔

شہزادی راستیؒ خوشی سے سرشار ہو گئیں۔ ان کو سسر سے بہت عقیدت تھی اور وہ ان سے بیعت تھیں۔ عرض کیا، آپ کی شفقت میرے لئے باعثِ رحمت ہے۔

انہوں نے فرمایا، بیٹی! یہ احترام اس کے لئے

بھی ہے جو تمہارے بطن میں نشوونما پا رہا ہے۔

بی بی راستیؒ صالح اولاد کی بشارت سن کر بہت خوش ہوئیں اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ شکرانے کے طور پر صدقہ خیرات کیا۔

بی بی راستیؒ کے بطن سے شاہ رکن الدین عالمؒ پیدا ہوئے۔ وہ بیٹے کو دودھ پلانے سے پہلے وضو کرتی تھیں اور بسم اللہ ضرور پڑھتی تھیں۔ چوں کہ حافظہ قرآن تھیں اس لئے لوری کے طور پر قرآن کریم کی آیات قرأت سے پڑھتی تھیں۔

بی بی راستیؒ نام کی طرح راست تھیں۔ محفل میں شریک خواتین و حضرات کو صدق (سچائی) حاصل کرنے کی تلقین کرتیں۔ فرماتی تھیں،

"صادق وہی ہے جس کا صدق اقوال و احوال میں قائم رہے۔"

قرآن کریم کے مطابق راسخ فی العلم ہوئے بغیر صدق حاصل نہیں ہوتا۔ راسخ فی العلم کی تعریف یہ ہے کہ وہ (بندہ) مشاہدہ کرلیتا ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے ہے۔

صدق کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے،

"اور دعا کرو کہ پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا، صدق کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال، صدق کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے سلطان کو میرا مددگار بنا دے۔"

(بنیٓ اسرآءیل: ۸۰)

بزرگوں کی گفتگو میں فنا و بقا کے راز ہوتے ہیں۔ بی بی راستیؒ فرماتی ہیں،

"پھول بن جاؤ جسے مسل دیں تب بھی اپنا رنگ اور خوش بو چھوڑ جاتا ہے۔"

اس قول میں نفی کے بعد بقا کا قانون ہے۔ پھول کے فارمولے میں خوش بو کا عنصر موجود ہے۔ یہ خوش بو مٹی کے پھول کی شکل اختیار کرنے کے بعد عام آدمی کو محسوس ہوتی ہے مگر جب پھول مٹی میں مل جاتا ہے تو خوش بو ختم نہیں ہوتی، مٹی میں چھپ جاتی ہے۔

پھول بننے سے مراد ان صلاحیتوں سے واقف ہونا ہے جو اللہ نے نوعِ آدم کو عطا کی ہیں۔ پھول بننے کے بعد ہی پھل لگتا ہے۔ ایسے پھول کا خاکی لباس جب مٹی میں چھپ جاتا ہے تو اس کے بعد بھی خوش بو دنیا والوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور فنائیت سے گزر کر بقا کی راہ دکھاتی ہے۔

بی بی راستیؒ کے اقوال میں راست زندگی کے

اصول ہیں۔ وہ فرماتی ہیں،

"گرد و غبار نہ بنو، خود بھی آنکھیں ملو گے
اور دوسرے بھی پریشان ہوں گے۔"

گرد و غبار انتشار ہے۔

گرد و غبار کسی شے پر آتا ہے تو غلاف بن کر وجود کو اندر میں چھپا دیتا ہے۔ گرد بننے سے فرد کے ہاتھ کچھ نہیں آتا البتہ اس کی آنکھوں کے آگے پردہ آجاتا ہے۔ آدمی مٹی پر قدم اس طرح رکھے کہ مٹی اپنی جگہ رہے اور قدموں کی پہچان برقرار ہو۔

ان کا قولِ زرّیں ہے،

"مرشد سے غیر معمولی عقیدت مرید کو
مرشد کا عکس بنا دیتی ہے۔"

بی بی راستیؒ نے 695ھ میں وفات پائی۔ مزار ریلوے اسٹیشن ملتان شہر کے جنوب میں ہے۔

خزینۃ الاصفیاء میں قطعہ تاریخ درج ہے،

راستی مخدومۂ عالم کہ بود
راست رو چون تیر انداز راستی
ہست 'مخدومہ' وصالِ پاکِ او
سالِ رحلش چون از من خواستی

مفہوم: بی بی راستیؒ مخدومۂ عالم تھیں۔ سچائی کی طرف تیر کی طرح سیدھے جاؤ۔ اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو 'مخدومہ' آپ کا سالِ وصال ہے۔

فرغانہ کی شہزادی راستیؒ ام المریدین بی بی پاک دامن کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کی مجلسِ عرفان آراستہ تھی اور وہ کسی موضوع پر تقریر فرما رہے تھے۔
ایک صاحب نے سوال کیا، حضرت! کیا وجہ ہے کہ جہاں خزانہ ہوتا ہے، وہاں سانپ بھی ہوتا ہے؟
سانپ اور دولت میں نہ صوری (شکل و صورت) نسبت ہے نہ معنوی۔
فرمایا، بے شک سانپ اور دولت میں صوری نسبت نہیں لیکن معنوی اعتبار سے گہری نسبت ہے۔ سانپ زہر کے باعث مہلک ہے اور مال آدمی (انسان نہیں) کے لئے فتنہ بن جاتا ہے۔
اس نے کہا، یعنی جس کے پاس مال ہے وہ زہریلے سانپ کی پرورش کر رہا ہے؟
شیخ بہاء الدین زکریاؒ صاحبِ ثروت تھے۔ سائل کے سوال میں اشارہ سمجھ گئے۔
مسکراتے ہوئے فرمایا، جس کو سانپ کا افسوں آتا ہو، اس کو سانپ کے زہر سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟

حامد ابراہیم

بیر بہوٹی

اللہ آسمان سے بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ بارش سے زمین پر قسم قسم کے رنگ اور ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اکثر لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ بارش کے قطرے سڑک پر گرتے ہیں تو ان کے ساتھ چنے کے دانے کے برابر یا معمولی بڑے مینڈک اچھلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ صرف مینڈک نہیں، ٹڈی دَل، مچھلیاں اور بیر بہوٹی کو بھی بارش کے قطروں کے ساتھ زمین پر گرتے دیکھا گیا ہے۔ کیا یہ بھی بارش کے ساتھ آسمان سے برستے ہیں؟ اسی طرح وہ قطعۂ زمین جس پر بارش نہیں ہوئی، ہل چلایا گیا ہے اور نہ کاشت کی گئی ہے، وہاں بارش سے ہزاروں اقسام کے پھول بوٹے اگ آتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟ زندگی جن مقداروں کی مرہونِ منت ہے، قدرت نے وہ مقداریں بارش میں منتقل کر دی ہیں۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں،

"زمین پر بارش کے چھینٹے پڑنے سے زمین پر پھیلی ہوئی چکنی مٹی پھیل جاتی ہے اور زمین کی نظر نہ آنے والی دراڑوں میں سے بیر بہوٹی* جنم لیتی ہے۔ جیسے بارش کی چھینٹیں زمین پر پڑنے سے ایک مخصوص گیس فضا میں اڑتی ہے۔ اس مخصوص گیس سے بارش کے قطرے ہم جان ہوتے ہیں تو فضا سے مینڈک کے چھوٹے چھوٹے بچے زمین پر برستے ہیں۔ جیسے پتّوں پر بارش برستی ہے تو پتّوں میں موجود رگیں ٹڈے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور ٹڈا اس پتّے کا ہم شکل ہو کر ہوا میں اڑتا ہے۔

قانون یہ ہے کہ جب جان سے جان ملتی ہے تو تیسری جان خدوخال بن جاتی ہے۔"

اس اقتباس میں بیر بہوٹی، مینڈک اور ٹڈے کی بارش سے تخلیق کا طریقِ کار ہے۔ مشاہدہ یا تجربہ کرنا چاہئے تاکہ یقین حاصل ہو۔ آلودگی سے پاک پُر فضا اور فطری ماحول سے قریب علاقے میں اس منظر کو دیکھا جاسکتا ہے۔

دیہات میں دادا دادی اور نانا نانی پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو بتاتے ہیں کہ برسات میں مینڈک برستے ہیں۔ وہ ایسا اس لئے کہتے ہیں کہ

* بیر بہوٹی (بھائی کی دلہن)

انہیں بارہا مشاہدہ ہوا ہے۔ اگرچہ انہوں نے وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی۔

مکالمہ: رابعہ کی عمر 40 سال ہے۔ وہ بیٹے زید کے ساتھ گھر کے برآمدے میں بیٹھی ہے۔ تیز بارش ہو رہی ہے۔ بیٹا تحقیق و تلاش کا شوق رکھنے والا ذہین نوجوان ہے۔

رابعہ پوچھتی ہے، بیر بہوٹی دیکھی ہے؟

زید کہتا ہے، نہیں اماں! یہ کیا شے ہے؟ پہلی مرتبہ نام سنا ہے۔

ماں مسکرا کر کہتی ہے، آج دیکھ لوگے۔

بارش رکتے ہی ماں بیٹا گاؤں سے دور نہر کے قریب ہموار میدان کی طرف جاتے ہیں۔ رابعہ کی نظریں زمین پر کچھ تلاش کر رہی ہیں۔

زید پوچھتا ہے، آپ کیا ڈھونڈ رہی ہیں؟

وہ چلتے چلتے ایک جگہ رک جاتی ہے اور جھک کر انتہائی شوخ سرخ رنگ کے خوب صورت کیڑے ہتھیلی پر رکھ کر کہتی ہے، یہ دیکھو!

زید دیکھتا ہے کہ شوخ سرخ کیڑے ہیں جن کو قدرت نے حسین مخملیں لباس عطا کیا ہے۔

زید ان کے مخملیں لباس سے متاثر ہوتا ہے۔

ماں سے پوچھتا ہے کہ کیا یہ کیڑے بارش کے علاوہ بھی یہاں ہوتے ہیں؟

وہ کہتی ہے کہ نہیں، بارش میں نکلتے ہیں۔

وہ تجسس سے پوچھتا ہے کہ بارش میں ہی کیوں نکلتے ہیں؟ ان کا بارش سے کیا تعلق ہے؟

ماں کو اس سوال کا جواب نہیں معلوم ——وہ سوچ میں گم ہو جاتی ہے۔

دیہاتوں میں بارش کے بعد بیر بہوٹی تلاش کرنے کا شوق دو تین دہائی قبل عام تھا۔ بچے گھر سے برتن لے جاتے، جہاں بیر بہوٹی کے بل اور کیڑے نظر آتے، وہاں کی ریت سے برتن بھرتے اور چند کیڑے رکھ کر گھر لے آتے۔

ابا نے علی سے کہا، مویشیوں کے لئے دو دن کا چارہ لانا ہے۔ علی ڈیرے پر گیا۔ چارہ لادنے کے لئے گدھے پر واھنا باندھا، درانتی سنبھالی اور کھیتوں کی طرف چل پڑا۔ گدھے کی رسّی ایک درخت سے باندھ کر چارہ (جوار کی فصل) کاٹنے لگا۔ بادل برسے۔ علی جلدی جلدی چارہ گدھے پر لاد کر ڈیرے پر آیا اور محفوظ کر دیا۔

صبح کے نو بج رہے تھے۔ بارش تین گھنٹے جاری رہی۔ کھیت پانی اور کیچڑ سے بھر گئے۔

علی کے ابا ڈیرے پر آئے اور کہا کہ آج کے لئے اتنا کافی ہے، کل کی غذا کل۔

اگلے دن ظہر کے وقت باپ بیٹا کھیت میں گئے۔ علی نے دیکھا کہ ہر طرف ٹڈوں کی بھرمار ہے — اتنے زیادہ ہیں کہ جوار کی فصل کاٹنے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔

علی حیران ہوا کیوں کہ وہ جوار کی فصل تقریباً ایک ہفتے سے ضرورت کے مطابق کاٹ رہا تھا۔ اکّا دکّا ٹڈے نظر آتے تھے لیکن بارش کے بعد تو ٹڈوں کی بارات آ گئی تھی۔

یہ مشاہدہ ہر کسان کا ہے اور اس شخص کا بھی جو تحقیق و تلاش سے وابستہ ہے۔ قرآن کریم کے مطابق ان کی کنہ سے وہی لوگ واقف ہیں جو جدوجہد (تفکر) کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے کہ اللہ پانی سے لدے ہوئے بادلوں کو مردہ زمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر طرح طرح کے پھل نکالتا ہے۔ ان الفاظ میں ایک حکمت یہ ہے کہ زندگی جو لباس اختیار کرتی ہے، اس کی حیثیت مردے کی ہے۔ لباس میں جب تک حرکت ہے، اس کی حیثیت زندہ کی ہے، حرکت منقطع ہوتے ہی لباس مردہ ہو جاتا ہے۔

نیا لباس بھی پہننے سے قبل ساکت یا مردہ ہے۔ زیب تن ہونے کے بعد حرکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور لوگ اسے مردہ سے زندہ سمجھتے ہیں۔

زمین ماں ہے — اپنے اوپر ظاہر ہونے والی تمام مخلوقات کو لباس فراہم کرتی ہے۔ نباتات، حیوانات، آدمی اور تمام نوعوں کا زمین پر مظاہرہ زمین سے حاصل کردہ لباس پہن کر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ نوعوں کو افزائشِ نسل کے لئے جس مائیکروفلم (بیج) پر انحصار کرنا پڑتا ہے، وہ بھی لباس یا خول میں بند ہے۔

قرآن کریم کے مطابق اللہ نے زمین کے اندر ہر نوع کے لباس کا انتظام رکھا ہے۔ بارش کے میکانزم سے اس لباس میں زندگی منتقل ہوتی ہے اور مخلوق زمین پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

"اور زمین میں الگ الگ قطعے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں اور انگور کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ ایک تنے کے ہیں اور کچھ زیادہ تنے کے ہیں۔ سب کو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم بعض کو بعض پر کھانے کے معیار کے اعتبار سے فضیلت دیتے

ہیں۔ بے شک ان آیات میں اولی الالباب کے لئے نشانیاں ہیں۔" (الرعد: ۴)

ہر مخلوق کے جسم کی ڈائی یا سانچہ زمین میں ہے۔ اللہ کا حکم ہوتا ہے تو کبوتر کی ڈائی سے کبوتر اور باز کی ڈائی سے باز برآمد ہوتا ہے۔

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ فرماتے ہیں،

"تخلیق کا راز یہ ہے کہ مٹی کے اندر خالقِ کائنات کا امر متحرک ہے جو مٹی کو مختلف سانچوں میں ڈھال کر مختلف شکلوں میں ظاہر کر رہا ہے۔ کنکر، پتھر، پودے، مختلف قسم کے جانور اور انسان دراصل مختلف سانچے ہیں۔"

کائنات میں جتنی اشیا ہیں، سب کا جسم ڈائیوں میں تیار ہو رہا ہے۔ آدمی شوپیس یا بچوں کے کھلونے بناتا ہے تو قدرتی نظام سے انسپائر ہو کر ڈائی سے مدد لیتا ہے۔ چڑیا کی ڈائی میں پلاسٹک یا پلاسٹر آف پیرس ڈال کر چڑیا بنائی جاتی ہے اور کبوتر کی ڈائی میں پلاسٹک ڈالنے سے کبوتر بنایا جاتا ہے، اسی طرح قدرت کی بنائی ہوئی ڈائیوں میں مسالا ایک خاص طریقِ کار سے منتقل ہوتا ہے اور نئی نئی صورتیں وجود میں آتی ہیں۔

احسن الخالقین اللہ کا ارشاد ہے،

"وہ اللہ ہے جو ماں کے رحموں میں تمہاری جیسی چاہتا ہے، صورتیں بناتا ہے۔" (اٰلِ عمرٰن: ۶)

ماں کسی نوع کی ہو، اس کا رحم بچے کے لئے ڈائی ہے۔ زمین بھی ماں ہے جس میں بے شمار ڈائیاں ہیں اور اس کا مظاہرہ زمین پر قسم قسم کی مخلوقات کی شکل میں ہے۔

ڈائی میں مسالا کیا ہے—؟

خالقِ کائنات اللہ کا ارشاد ہے،

"اور ہم نے ہر زندہ شے پانی سے پیدا کی۔"

(الانبیآء: ۳۰)

آیت میں اشارہ ہے کہ پانی وہ مسالا ہے جو ڈائیوں میں منتقل ہوتا ہے اور ڈائی کی شکل کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔

بارش کے قطروں میں زندگی کی مقداریں موجود ہیں۔ بارش کے عمل کو حرکت کے سوا کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ ہر قطرہ ایک جان ہے جو زمین سے ہم آغوش ہونے کے لئے بے قرار ہے۔

آدمی، جنات، حیوانات، پرندے، پودے اور پہاڑ وغیرہ سب کے جسم کی تخلیق اسپرم سے ہوتی ہے۔ اسپرم سرتاپا تغیر ہے اور زمین میں

جذب ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اسپرم کی جان بیضہ کی جان سے ملتی ہے تو اللہ کے قانون کے مطابق ایک نئی جان کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

بارش کے قطرے ایک دوسرے کے مشابہ نظر آتے ہیں۔ زمین کی اسکرین پر بکھرتے ہی زمین کی جان سے ملتے ہیں اور بے شمار اقسام کی مخلوقات کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

الہامی علوم سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ بے شک زمین کے کسی قطعے میں بظاہر زندگی موجود نہ ہو، وہ قطعہ بنجر اور ویران کیوں نہ ہو، اس میں زندگی کے سانچے، اشکال اور مقداریں پنہاں ہیں۔ جب خالق و مالک اللہ چاہتا ہے، بارش سے وہ سانچے اور اشکال زندہ مخلوقات کی صورت میں ظاہر ہوجاتے ہیں۔

پانی اور مٹی کے ملنے سے زمین پر زندگی ظاہر ہوتی ہے۔ کیا ہم واقعی جانتے ہیں کہ

۱۔ پانی کیا ہے؟

۲۔ پانی کا حقیقی فارمولا کیا ہے؟

۳۔ کیا مٹی محض عناصر کا مجموعہ ہے یا اس کی حقیقت اس سے کہیں بڑی ہے؟

بیر بہوٹی

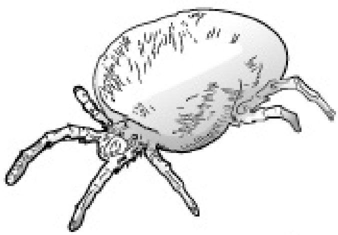

بیر بہوٹی کا رنگ شوخ سرخ اور ساخت مخملیں ہے۔ بارش میں تیزی سے پیدا اور نشوونما پانے والے اس حشرے کا تعلق مکڑی کے خاندان سے ہے۔ یہ غیر فقاری یعنی ریڑھ کی ہڈی سے عاری حشرہ ہے۔ اوسط لمبائی چار ملی میٹر (ایک انچ سے کم) ہے۔ سال میں ایک بار انڈے دیتی ہے جن کی تعداد ہزاروں میں بتائی جاتی ہے۔ انڈے گیلی مٹی میں دیتی ہے۔ بلوغت تک غذا کے لئے دوسرے جان داروں پر انحصار کرتی ہے، اس کے بعد خود شکار کرتی ہے۔ تین سو سے زائد اقسام دریافت ہوچکی ہیں۔

پاکستان اور بھارت میں بیر بہوٹی کا تیل فالج کے مرض میں استعمال ہوتا ہے۔ ٹڈی دَل پر قابو پانے میں معاون ہے۔ بیر بہوٹی دن میں متحرک ہوتی ہے اور سورج غروب ہوتے ہی مٹی میں چھپ جاتی ہے۔

عرب دنیا کی سب سے بڑی اور جدید لائبریری متحدہ عرب امارات کی ریاست دبئی میں ہے۔ 272 ملین ڈالر کی لاگت سے تعمیر کی گئی "محمد بن راشد لائبریری" کی عمارت کا نقشہ رحل کی طرح ہے۔ 54 ہزار مربع میٹر رقبے پر محیط یہ عمارت سات منزلوں میں تقسیم ہے۔ مختلف موضوعات پر لگ بھگ گیارہ لاکھ کتابوں کا ذخیرہ ہے، ان میں طباعت شدہ اور ڈیجیٹل دونوں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں سات لاکھ سے زیادہ مقالے، 73 ہزار میوزیکل اسکورز، 75 ہزار ویڈیوز، 35 ہزار جریدے اور گزشتہ 325 سالوں کے پانچ ہزار رسالوں کا ریکارڈ ہے۔

لائبریری میں مصنوعی ذہانت (AI) کی سہولت سے استفادہ کرتے ہوئے کتابوں کے لین دین کے لئے روبوٹس بھی ہیں۔ دستی کتابوں کے علاوہ یہ ڈیجیٹل لائبریری بھی ہے۔ گراؤنڈ فلور پر پانچ سے 11 سال کی عمر کے بچوں کے لئے لائبریری ہے جہاں روبوٹس کے ذریعے کتابیں پڑھ کر سنانے کی سہولت ہے۔ نابینا افراد کے لئے Braille میں کتابیں ہیں۔ وسیع کیفے اور تھیٹر کی سہولت بھی مہیا کی گئی ہے۔ ایک معروف مغربی جریدے نے "محمد بن راشد لائبریری" کو دنیا کی بہترین لائبریریوں میں شمار کیا ہے۔

عرفانہ شہزاد

سنا کِس نے

ہال کی طرف آئی جہاں چاروں جانب شیلف میں قرینے سے کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ خیال آیا کہ اوپر والے خانے سے کوئی کتاب اٹھائی جائے۔ جوتے اتارے، کرسی کھینچی اور اس پر کھڑی ہو کر ہاتھ جس کتاب تک پہنچا، وہ اٹھالی — کتاب کا سرورق دیکھ کر ہاتھ کپکپا گئے۔

خیال ظاہر ہوا اور مجھے چونکا دیا۔

میں نے کہا، نہیں نہیں، وہ کہاں، میں کہاں !

اس دوران میں دیوار پہ بیٹھے پرندے سے نظر ملی — وہ پر پھڑ پھڑاتا ہوا اڑ گیا۔ گھبرا گئی کہ کیا اس نے اندر میں میری بات سن لی ہے؟ چھت پہ گئی تو ہوا گنگنا رہی تھی۔ دور کیاریوں میں سجے پھولوں پہ مسکان تھی جیسے سب کو خبر ہو گئی ہو۔ وہ خیال جو زبان پر نہیں آیا، اسے کس نے نشر کیا—؟ جس خیال کی تاثیر سارے عالم میں محسوس ہو، اس کا مظاہرہ لازمی ہے۔

راہ نما فرماتے ہیں، قوتِ مشاہدہ نہ ہو تو فرد ماورائی دنیا میں داخل نہیں ہو سکتا۔

علم مشاہدے کے بغیر ادھورا ہے اور مشاہدے تک پہنچنے کی راہ تجربہ ہے۔ مشاہدہ یقین کی حدود میں داخل ہو جائے تو تعمیر ہے۔ بہت کم خوش نصیب یقین کی معراج کو پاتے ہیں۔

"اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اس کے حضور سجدہ بجا لاؤ اور اس آخری گھڑی تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔" (الحجر: ۹۸۔۹۹)

ایک مرتبہ طالبات و طلبا راہ نما سے ملاقات کے لئے عازمِ سفر ہوئے۔ ریل گاڑی میں اوپر والی برتھ پہ ایک صاحبہ سو رہی تھیں۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں اور بتایا کہ میں سوتے ہوئے برتھ سے گرنے والی تھی کہ راہ نما تشریف لائے اور مہربان ماں کی طرح گرنے سے بچایا۔ نیند میں دوبارہ گرنے والی تھی کہ انہوں نے اوپر کو دھکیل دیا۔ تیسری مرتبہ ایسا ہونے پر تنبیہ فرمائی، خود کو سنبھالو، اب گریں تو ہم نہیں آئیں گے۔

پھر کیا ہوا؟ سب نے بے ساختہ پوچھا۔

وہ کہتی ہیں کہ میں دوبارہ نہیں گری۔

خاص بندے کی بات عام نہیں ہوتی اسی لئے دہرائی جاتی ہے۔ شاگرد اگر سبق نہ سیکھے تو وہی صورت حال روپ بدل کر درپیش ہوتی ہے۔ استاد بار بار مواقع فراہم کرتے ہیں لیکن سیکھنے والے کم ہوتے ہیں۔ حالات خواہ کتنے معمولی کیوں نہ ہوں، غور کرنا چاہئے کہ ایسا کیوں ہوا اور تکرار کیوں ہو رہی ہے۔

استاد کی بات کامیابی کی کنجی ہے۔ کنجی ہمیشہ گہرائی میں جا کر قفل کھولتی ہے۔ شعور ارتقا کی بلندی پر جب لاشعور سے یکجا ہوتا ہے تو حکمت کے موتی ظاہر ہوتے ہیں۔

ایک صاحب نے بتایا کہ جب میں نوعمر تھا تو ایک روحانی تقریب میں شرکت سے پہلے راہ نما کے آرام کے خیال سے ان کو مشورہ دیا کہ اگر مناسب ہو تو آپ اسٹیج کی بجائے پہلی صف میں تشریف رکھئے تاکہ تھکن طاری نہ ہو۔

جواب میں انہوں نے فرمایا، کیا میں آخری صف میں بیٹھ جاؤں؟

ان صاحب نے سمجھا کہ پچھلی صف میں بیٹھنے والے غور سے بات سنتے ہیں، پہلی صف والے نہیں۔ چند سال گزرنے کے بعد احساس ہوا کہ پہلی صف میں بیٹھنے والوں کی توجہ اسٹیج کے سوا کہیں نہیں جاتی جب کہ پچھلی صف والوں کی توجہ مختلف صفوں سے گزر کر آگے بڑھتی ہے اور دائیں بائیں دیکھنے سے بھٹک جاتی ہے۔ آج وہی صاحب کفِ افسوس ملتے ہوئے کہتے ہیں کہ 30 سال گزرنے کے بعد راہ نما کی بات سمجھ میں آئی۔ تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ میرے اندر تعمیلِ حکم کم تھی۔ نادانی کی بنا پر میری نظر میں اپنا مقام پہلی صف اور راہ نما کا آخری صف میں تھا یعنی میں نے ان کے حکم کے آگے اپنی سمجھ کو مقدم رکھا۔ انہوں نے میری طرز فکر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں آخری صف میں بیٹھ جاؤں؟

استاد وہ ہے جو اندر میں دیکھنا سکھائے۔

آزمائش کا تجزیہ کیا جائے تو اس سے نبرد آزما ہونے کے سارے سبق اس میں موجود ہوتے ہیں۔ چوں کہ اسباق پر دھیان نہیں دیا جاتا اس لئے آزمائش مشکل ہو جاتی ہے۔

روحانیت میں شاگرد استاد کی سکت سے مشاہدہ

کرتا ہے۔ شاگرد خود سے مشاہدہ نہیں کرتا، استاد شاگرد کی سکت کے مطابق مشاہدہ کرواتا ہے۔

کسی بھائی نے عرض کیا، آج میں نے قالین کو سانس لیتے ہوئے دیکھا۔

فرمایا، آپ نے دیکھا نہیں، آپ کو دکھایا گیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ جب چاہا، دیکھ لیا۔

خواب دیکھا کہ ایک خاتون سڑک پر گر گئی ہیں اور آس پاس سے گاڑیاں گزر رہی ہیں۔ میں دوڑتی ہوئی جاتی ہوں، سہارا دے کر اٹھاتی ہوں اور گلے لگا کر تسلی دیتی ہوں۔ بیدار ہونے پر غور کیا کہ خواب میں کیا اشارہ ہے۔

اس روز سہیلی اور بچوں کے ہمراہ شہر میں قائم اولڈ ہوم جانے کا پروگرام تھا۔ وہاں ان خواتین سے ملاقات ہوئی جو گھر سے بے گھر کر دی گئی تھیں۔ ایک ماں کو جوان بیٹے نے کراچی سے ریل گاڑی میں بٹھا کر کہا، اماں! لاہور چلی جاؤ، وہاں ادارے بہت ہیں۔ ذیابیطس کی مریضہ ایک خاتون کو دسمبر کی سرد رات میں بیٹا کسی مزار پر چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ سردی سے ٹھٹھرتی رہیں، کوئی اللہ کا بندہ انہیں اولڈ ہوم لے آیا۔

کسی خاتون کو شوہر، کسی کو بیٹا، کسی کو بھائی اور ایک خاتون کو بہن چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ درد بھری داستانیں تھیں جنہیں سننے کی تاب نہ تھی۔

ہمارے ساتھ موجود ایک صاحبہ نے بے حسی پر ان خواتین کے گھر والوں کو بددعا دی تو ماؤں نے تڑپ کر کہا، اللہ نہ کرے کہ ہمارے بچوں کو تکلیف پہنچے، ہم ان کے لئے دعاگو ہیں۔

بے شک ماں کی محبت کا نعم البدل نہیں۔

اولڈ ہوم میں تمام خواتین نانی دادی تھیں۔ ہمارے بچوں نے ان کی تکلیف کو بہت محسوس کیا اور کہا کہ ہم نانی، دادی سے ملنے دوبارہ آئیں گے اور پاکٹ منی سے ان کے لئے چوڑیاں اور تحائف خریدیں گے۔

اولڈ ہوم کا دورہ کرنے سے ہمارے مزاج میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ اس سے قبل ہم اس اذیت سے واقف نہ تھے۔

چند روز قبل بیٹے کے ساتھ ایک غریب بستی کا سروے کیا۔ محنت کش لوگوں کی بستی میں ایسے افراد سے ملاقات ہوئی جو پانچ ہزار روپے ماہانہ کرائے پر ایک کمرے کے گھر میں رہتے تھے۔ غسل خانہ اور باورچی خانہ اسی کمرے میں تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ تنگ دستی میں بھی امیر اور متوسط طبقے سے زیادہ بے فکر، صحت مند اور خوش تھے۔ ہم ماں بیٹا جب یہاں سے روانہ ہوئے تو

زبان پر اللہ کی حمد اور شکر تھا۔ اپنا گھر اور زندگی جنت محسوس ہوئی۔

زندگی حالات و واقعات کی زنجیر ہے۔ کڑی سے کڑی جڑتی ہے اور حالات سنورتے ہیں۔ تجربات سے سبق نہ سیکھنے والا خود کو تسخیر نہیں کرسکتا۔ کسی شے کو اندر باہر سے جاننا، صفات سے آگاہی ہونا اور اس کی کیفیت کو محسوس کرنے اور دیکھ لینے کا نام مشاہدہ ہے۔ مشاہداتی دنیا میں داخل ہونے کے لئے ارتعاش کی اہمیت سے واقفیت ضروری ہے۔ خوشی غم، بھوک پیاس، سننا دیکھنا — ہر تقاضا ارتعاش ہے۔

جن دنوں دبئی میں قیام تھا، دفتر کے اسٹاف کے ساتھ دبئی لائبریری کا دورہ کیا۔ لائبریری کے صحن میں فوٹو سیشن کے دوران اچانک دل ماحول سے اچاٹ ہوگیا۔ میں سب سے معذرت کرکے ہال کی طرف آئی جہاں چاروں جانب شیلف میں قرینے سے کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ خیال آیا کہ اوپر والے خانے سے کوئی کتاب اٹھائی جائے۔ جوتے اتارے، کرسی کھینچی اور اس پر کھڑی ہو کر ہاتھ جس کتاب تک پہنچا، وہ اٹھالی۔ کتاب کا سرورق دیکھ کر ہاتھ کپکپا گئے

چھلکا

بزرگ سے کسی نے عرض کیا، نصیحت کیجئے۔

فرمایا، جو بیج اپنے چھلکے کو اترنے نہ دے، وہ کبھی پھل دار درخت نہیں بن سکتا۔

اور آنکھیں پانی بن گئیں — یہ راہ نما کی کتاب "تجلیات" کا عربی زبان میں ترجمہ تھا۔ اس سے قبل میرے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ ان کی کوئی کتاب دبئی لائبریری میں موجود ہے۔

دل انجانے ارتعاش کو محسوس کرتے ہوئے مجھے لائبریری کے اس حصے میں لے آیا تھا — یہ محبت اور نسبت کی وائبریشن تھی جس سے میں بندھی ہوئی تھی۔

محبت میں بہت تڑپ ہے۔ کہتے ہیں کہ پرندہ چکور چاند کو چھونے کی آس میں بلندی کی جانب پرواز کرتا ہے اور عالمِ وارفتگی میں نگاہ منزل پر مرکوز رکھتے ہوئے اپنی ہستی کھو دیتا ہے۔

یاد ہے کہ ایک مرتبہ کسی صاحب کے سوال کے جواب میں راہ نما نے فرمایا تھا،

"ہر چکور ایک جیسا نہیں ہوتا ورنہ چکور کی نسل ختم ہوجائے گی۔"

اظہر حسین

عناصر کا مرکب

ہر چیز پانی سے پیدا ہوتی ہے اور پانی کا تعلق زمین سے نہیں ہے۔

یہ آسمان سے نازل ہوتا ہے جو زمین سے مختلف زون ہے۔

ایک کپ چائے کتنے اجزا سے بنتی ہے؟

اکثر کا جواب پانی، پتّی، دودھ اور چینی ہے۔

یہ سب ہوں لیکن کپ یا کوئی برتن نہ ہو جس میں چائے پی اور بنائی جاتی ہے پھر؟ چائے پکانے کے لئے آنچ نہ ہو اور آنچ کے لئے گیس، بجلی، لکڑی اور چولہا نہ ہو تو کیا چائے بن سکتی ہے؟

ایک پیالی چائے لیجئے۔ غور سے دیکھئے۔

کیا نظر آیا؟

کچھ لوگ رنگ اور بعض خوش بو میں کھو جاتے ہیں اور کچھ خواتین و حضرات چائے کی پیالی میں طوفان کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم سے پوچھا جائے تو ہم نے چائے کی پیالی میں کائنات دیکھی ہے۔ ایک کپ چائے صرف چائے نہیں بلکہ کائنات کی ہر شے کی مقداریں اس میں موجود ہیں۔

چائے کی کئی قسمیں ہیں، سب کا خاندان ہے اور ہر خاندان کا شجرۂ نسب ہے۔ بات کی جائے سادہ دودھ پتّی کی تو ایک کپ چائے میں کتنی چیزیں استعمال ہوتی ہیں؟

۱۔کپ	۲۔چولہا	۳۔کیتلی
۴۔پانی	۵۔چینی	۶۔دودھ
۷۔پتّی	۸۔آگ	۹۔گیس، لکڑی

یہ سب چیزیں اپنی جگہ بہت سی مقداروں کا مجموعہ ہیں مثلاً کپ پلاسٹک، شیشہ، اسٹیل، تام چینی، تھرموپول وغیرہ کا ہوتا ہے اور یہ اپنی اپنی جگہ کئی چیزوں سے بنتے ہیں۔

پلاسٹک کی بات کریں تو بتایا جاتا ہے کہ پہلا کارآمد پلاسٹک 1907ء میں بنایا گیا۔ قدرتی گیس، تیل اور پودوں سے مخصوص کیمیکل بنائے گئے جن کو ایتھین اور پروپین کا نام دیا گیا۔ ان سے چند نامیاتی مرکبات حاصل کئے گئے اور سب کو

ملا کر حاصل ہونے والے کیمیکل کو پولیمر کہا گیا جس کی ایک قسم کو پلاسٹک کہتے ہیں۔ مذکورہ چیزیں خود کن چیزوں سے بنی ہیں، یہ فہرست الگ ہے۔ پس منظر تلاش کرنے پر پلاسٹک میں وہ ساری چیزیں ملتی ہیں جو کائنات میں ہیں۔ ایک شے کم ہو جائے تو پلاسٹک نہیں بنے گا یا اس کی شکل بدل جائے گی۔

یہ چائے کے لئے کپ کی ایک قسم کا ذکر ہے، ابھی چائے زیر بحث نہیں آئی۔

چائے پانی سے بنتی ہے۔ پانی کیا ہے؟

پانی بنانے میں مخلوق کا کردار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق پانی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اس میں سے قسم قسم کے ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ ہر زندہ شے پانی سے پیدا کی گئی ہے۔ ٹرانسپیرنٹ نظر آنے والے پانی میں موجودات کے رنگ چھپے ہوئے ہیں۔ زندگی کے سارے روپ پانی سے نکلتے ہیں جن کا مظاہرہ ہم بادل، نباتات، جمادات، حیوانات، حشرات، معدنیات، پھول، پھل اور آدمی وغیرہ کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

پانی پینے میں استعمال ہو یا چائے کے لئے، یہ بادل کا پسینہ ہے جو برستا ہے — بادل سمندر کے بخارات سے بنتے ہیں، سمندر ایک پوری دنیا ہے جس کے پانی میں آبی مخلوقات کا لمس ہے۔ وہ کن چیزوں سے بنی ہیں، کیا کھاتی ہیں، کیا پیتی ہیں، سب پانی میں شامل ہے۔ سمندر میں نمک ہے اور میٹھے پانی کے کنوئیں بھی۔ اس میں دریا کا میٹھا پانی بھی شامل ہوتا ہے۔ دریا ندیوں سے نکلتے ہیں، ندیاں پہاڑوں سے نکلنے والے چشموں سے پیدا ہوتی ہیں۔ پہاڑ میں جتنے رنگ اور معدنیات ہیں، سب چشمے کے پانی میں شامل ہیں اسی لئے پہاڑ سے حاصل تازہ پانی کو معدنی پانی کہتے ہیں۔

کیا چائے میں استعمال کئے گئے پانی میں فضا میں اڑنے والی گیسوں اور ان گیسوں سے بننے والے بادلوں سے لے کر پہاڑوں میں چھپے ہوئے معدنیات شامل نہیں ہوئے؟

چائے میں مٹھاس کے لئے چینی استعمال کی جاتی ہے۔ بازار سے چینی خرید کر چائے بنانے میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ لگتا ہے۔ گھر کے قریب راشن کی دکان سے چینی خریدی اور چائے میں حل کر دی۔ چائے پانچ منٹ میں بن جاتی ہے لیکن چینی بننے میں تقریباً دو سال لگتے ہیں۔

گنے کی فصل عام طور پر ڈیڑھ سے دو سال میں تیار ہوتی ہے۔ پاکستان واحد ملک ہے جہاں یہ فصل ایک سال (دس سے بارہ مہینے) میں تیار ہوتی ہے۔ پھر گنّا کٹنا، شوگر مل میں چینی کی تیاری اور اس کا بازار تک پہنچنا۔ آپ نے جو چینی استعمال کی، اس کی فصل دو یا تین سال پہلے بوئی گئی۔ فصل کی تیاری میں کھاد، مٹی، ہل چلانے کے لئے گاڑی، اوزار وغیرہ، سورج کی شعاعیں اور چاند کی چاندنی کا بھی حصہ ہے اور ان سب کا اپنا اپنا شجرۂ نسب ہے۔

اب آتے ہیں دودھ کی طرف۔ بھینس صبح شام دودھ دیتی ہے لیکن اس کے تیار ہونے میں وقت لگتا ہے۔ بھینس یا گائے ہر وقت دودھ نہیں دیتی۔ دودھ بننے کا عمل بچے کی ولادت سے شروع ہوتا ہے۔ تقریباً دس مہینے دودھ دینے کے بعد اگلے بچے کی پیدائش تک دودھ رک جاتا ہے۔ دودھ کیا ہے اور کیسے بنتا ہے؟

"اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے، اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوش گوار ہے۔" (النحل:۶۶)

گوبر فضلہ ہے جو زمین سے حاصل غذا سے بنتا ہے اور خون کے اپنے اجزا ہیں۔ گوبر اور خون سے دودھ بننا — دودھ کا فارمولا ہے۔

طب کے اساتذہ اور طالبات و طلبا قرآن میں بیان دودھ کے فارمولے پر روشنی ڈالنا چاہیں تو "ماہنامہ قلندر شعور" کے صفحات حاضر ہیں۔

چائے کی اصل پہچان پتّی ہے۔ دنیا کی لگ بھگ 75 فی صد پتّی چین، سری لنکا، بھارت اور کینیا میں پیدا ہوتی ہے۔ زمین سے جتنی چیزیں حاصل ہوتی ہیں، ان میں آسمان سے پانی کے علاوہ زمین کے اندر تمام معدنیات اور عناصر کی مقداریں شامل ہیں یعنی زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں زمین کا جوہر موجود ہے۔

سارے اجزا شامل ہوں لیکن ان کو پکانے اور جوش دینے کے لئے حرارت نہ ہو تو چائے نہیں بنتی۔ پانی کی طرح آگ حیرت انگیز تخلیق ہے۔ اس پر جتنا غور کیا جائے، نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ جیسے درخت آگ سے جل جاتے ہیں اور درخت کی لکڑی سے آگ جلتی ہے۔

"وہی جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔ پھر تم اس کی ٹہنیوں کو رگڑ کر ان سے آگ نکالتے ہو۔" (یٰسٓ : ۸۰)

ہر درخت، پودے اور بیج میں تیل ہوتا ہے اور تیل میں جلنے کی صلاحیت ہے۔ کچھ درختوں کے تیل میں حرارت بہت زیادہ ہوتی ہے، وہ تیزی سے آگ پکڑتے ہیں۔

سفیدہ (یوکلپٹس) ایک درخت ہے۔ امریکی ریاست کیلی فورنیا میں سفیدہ کے درختوں کی وجہ سے ہر سال آگ لگ جاتی ہے۔

آگ کی پیدائش میں رگڑ (friction) اہم فعل ہے۔ لوہے کو لوہے یا چقماق پتھر کو رگڑنے سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ پوٹاشیم، سلفر اور دیگر کیمیائی مادوں سے ماچس کا مسالا بنتا ہے جس کو رگڑنے سے آگ ظاہر ہوتی ہے۔

سوچئے — آپ نے چائے پی ہے یا کائنات میں تمام عناصر کا مرکب پیا ہے؟

ہر شے کا ماضی ہے جس کی بنیاد پر وہ قائم ہے۔ عام زبان میں ماضی وہ زمانہ ہے جو گزر چکا ہے اور نظروں کے سامنے نہیں لیکن تصور میں اس کے نقوش ظاہر ہوتے ہیں۔ مضمون کے تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ شے کا جو حصہ نظر آتا ہے، وہ حال ہے اور شے جن چیزوں سے مل کر بنی ہے اور وہ چیزیں بظاہر نظر نہیں آتیں، وہ اس کا ماضی ہیں۔ ماضی ختم نہیں ہوتا اور نہ گزرتا ہے، اپنی جگہ موجود ہے۔ اس کی بنیاد پر شے کی عمارت کھڑی ہے۔ ماضی میں سے کوئی ایک چیز ختم کردیں، عمارت زمیں بوس ہوجائے گی۔ درخت میں سے پانی اور تیل کی مقدار ختم کردی جائے تو درخت خشک ہو کر گر جائے گا۔

زمین پر تمام عناصر کی تیاری میں ساری چیزیں مشترک ہیں۔ ان عناصر کو عنوانات میں تقسیم کیا جائے تو آگ، ہوا، مٹی اور پانی چار عنوان بنتے ہیں جو متفرق حالتوں اور مختلف مقداروں کے ساتھ ہر چیز میں موجود ہیں۔

مٹی جس کا ایک نام زمین ہے، اس کی تعداد لاشمار ہے۔ نشوونما زمین میں ہوتی ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان فضا، خلا میں آباد دنیاؤں سے آنے والی شعاعوں کو فلٹر کرکے اتنی مقدار آگے جانے دیتی ہے جو زمین کے لئے فائدہ مند ہے۔ شعاعیں سورج چاند کے علاوہ دوسرے سیاروں اور ستاروں سے آتی ہیں۔ سورج سے حرارت، چاند سے چاندنی اور دیگر سیاروں اور ستاروں کی لہریں زمینی آبادی پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ مثلاً آم، گندم وغیرہ کو سورج کی حرارت چاہئے اور ان

میں مٹھاس چاند کی کرنوں سے پیدا ہوتی ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ زمین پر موجودات کی غذا دوسرے سیاروں، ستاروں اور نظامِ شمسی سے آنے والی لہروں سے تیار ہوتی ہے۔

"جب ہم آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو ہمیں بے شمار ستارے نظر آتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ستارے نظر آتے ہیں بلکہ ہمارے حواس ستاروں کی روشنی کو، ان کی ٹھنڈک کو اور ان کی چمک کو اور اس ماحول کو جس میں ستارے جگمگ کر رہے ہیں، محسوس کر لیتے ہیں۔" (کتاب: شرح لوح وقلم)

ہر چیز پانی سے پیدا ہوتی ہے اور پانی کا تعلق زمین سے نہیں ہے، یہ آسمان سے نازل ہوتا ہے جو زمین سے مختلف زون ہے۔

"اللہ وہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے تمہاری رزق رسانی کے لئے طرح طرح کے ثمرات پیدا کئے۔" (ابراہیم: ۳۲)

حاصلِ تحریر: چائے سمیت ہر شے اپنی ذات میں کائنات ہے۔ فارمولا یہ بنا،

شے = کائنات

چائے کی پیالی = کائنات

سوال

چائے کو گرم، ٹھنڈا، ٹھہرا یا بہتا ہوا مشروب نہ سمجھئے۔ یہ خلا در خلا تخلیق ہے۔ پیالی چائے سے بھر جائے پھر بھی خالی ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پیالی میں موجود چائے میں سے بھاپ کہاں سے نکلتی ہے اور کس جگہ موجود ہوتی ہے؟

گرم چائے کے کپ پر نشان لگا کر تجربہ کیجئے کہ جب چائے میں سے بھاپ نکلتی ہے اور وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو کیا کپ میں چائے کی سطح کم ہوتی ہے یا وہی رہتی ہے؟

سیب ہو، آم یا انار، پانی پئیں، شربت یا چائے، دال چاول کھائیں، سبزی، پلاؤ یا پھر ہوا—— ہر چیز میں کائنات کے تمام اجزا کی معین مقداریں شامل ہیں اور ان اجزا کو قریب دور دنیاؤں سے آنے والی لہریں فیڈ کر رہی ہیں۔

خالقِ کائنات اللہ کا ارشاد ہے،

"پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے تخلیق کیا معین مقداروں سے اور ان مقداروں کی ہدایت بخشی۔" (الاعلیٰ: ۱۔۳)

روغن گلوسبز

پُرسکون نیند لاتا ہے

سر کے جملہ امراض اور

ہائی بلڈ پریشر میں مفید ہے

چاند کی کرنیں جذب کر کے تیار کیا جاتا ہے

آسیہ شبیر

سندر نگر

سوداگر نے اشرفیوں کی تھیلی سامنے رکھی اور کہا، کوئی شک نہیں کہ تم بے کار ہو لیکن میں بے کار نہیں، کسی بڑے مشن پر ہوں۔

پرانے وقتوں کا ذکر ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان سبزہ زار تھا جس کا نام سندر نگر تھا۔ آبادی چار پانچ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ لوگ سادہ لوح تھے۔ ہر آدمی اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتا تھا، کسی کو کسی سے شکایت نہ تھی۔ لوگ محنت مشقت کرتے تھے — وہاں بیماریاں نہ تھیں اور شفا خانے نہ تھے۔ وہ محبت سے رہتے تھے — وہاں جیل خانے نہ تھے۔ لوگ کمائی پر صابر اور شاکر تھے — چوریاں نہیں ہوتی تھیں۔ مہمان نواز تھے — وہاں سرائے نہ تھی اور نہ ہوٹل تھے۔ غرضیکہ محنت و مشقت کے قانون کے سوا دوسرا کوئی قانون رائج نہ تھا۔

قانون یہ تھا کہ جو محنت کرے، وہ کھائے اور بے کار رہنے والا بھوکا رہے۔

وادیٔ سندر میں چار افراد ایسے تھے جو کام نہیں کرتے تھے اور مانگ تانگ کر زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دن انہیں وادی سے نکال دیا گیا۔ اب وہاں صرف کام کرنے والے لوگ رہ گئے۔

شیطان کو اس چھوٹی وادی کا سکون ایک آنکھ نہ بھایا۔ اس نے عزم کیا کہ میں ان کے طور طریقے بدل دوں گا۔

◆ ◆

خوب صورت اور متمول سوداگر سندر نگر میں داخل ہوا اور پوری وادی گھومنے کے بعد بولا، افسوس! تم لوگ گنوار ہو۔ پتہ نہیں اس حال میں کس طرح جیتے ہو؟

لوگ سوداگر کا منہ تکنے لگے۔

وہ بولا، میں نے دنیا کا سفر کیا ہے اور عجیب عجیب حالات اور ایجادات دیکھی ہیں لیکن ایسی پسماندہ وادی کہیں نہیں دیکھی۔

لوگوں نے کہا، دنیا میں ایسا کیا ہے جو ہماری وادی میں نہیں؟ ہم اپنا کام خود کرتے ہیں، کسی کے محتاج نہیں، پیٹ بھر کر کھاتے ہیں، میٹھی نیند سوتے ہیں، بچے خوف کے بغیر میدانوں میں کھیلتے ہیں اور کیا چاہئے۔

سوداگر بولا، تم نے دنیا نہیں دیکھی اس لئے پہاڑوں کے درمیان بند قطعے میں خوش ہو۔ باہر نکلو اور دیکھو! کیا کچھ تبدیل ہو چکا ہے۔ کچی دیواریں عالی شان محلات میں بدل گئی ہیں اور ہاتھ کی جگہ مشینیں کام کر رہی ہیں۔ ان کو رات دن کی محنت کی ضرورت نہیں۔ وہ چند گھنٹے کام اور باقی دن آرام کرتے ہیں۔

سندر نگر کے لوگوں نے سوداگر کو خبطی سمجھا اور کام میں مشغول ہو گئے۔

سوداگر نے ہمت نہیں ہاری۔ بہکانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہا۔ ایک روز وادی کے باہر ٹیلے پر بیٹھا تدبیریں سوچ رہا تھا کہ چار آدمی مٹی پر لکیریں کھینچتے ہوئے نظر آئے۔ قریب جا کر پوچھا، کون ہو تم اور مٹی میں کیا کر رہے ہو؟

وہ بولے، ہم بے کار ہیں۔

چوں کہ سندر نگر میں ایک بھی بے کار نہیں ملا تھا، سوداگر کے ہاتھ سونا لگ گیا۔

اس نے کہا، اگر تم چاہو تو مٹی پر کھینچی گئی یہ لکیریں سونا بن سکتی ہیں؟

چاروں نے نووارد سے کہا، معلوم ہوتا ہے کہ تم خیالی پلاؤ پکاتے ہو۔ جہاں تک ہماری بات ہے تو بھائی! ہم بے کار ضرور ہیں، شیخ چلّی نہیں۔ وادی والوں نے ہمیں بے دخل کر دیا ہے لیکن وہ مہمان نواز ہیں، کچھ دنوں میں بلا لیں گے۔

سوداگر بولا، وادی والوں کی آس پر بیٹھو گے تو بھوکے مر جاؤ گے۔ وہ نہیں بلائیں گے۔ انہیں خوش حالی کا راستہ دکھا کر آیا ہوں لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ خیر! مرضی ہے تمہاری۔ میں یہیں قریب رہتا ہوں۔ کل تک تمہارا انتظار کروں گا۔ اگر تم نے میری پیشکش قبول نہ کی تو چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

بے کاروں میں سے ایک بولا، کون سا ہمیں کوئی کام کرنا ہے۔ کل اس کے گھر چلتے ہیں، ہم اس کے مہمان ہوں گے، خاطر مدارات کرے گا، کھانے پینے کو دے گا، اس طرح ایک دن اچھا کھا پی کر گزر جائے گا— مشورہ اچھا لگا۔

سوداگر کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے

چاروں کی شاندار ضیافت کی، تحفے میں بیش قیمت نفیس لباس دیئے۔ ان کی آنکھوں میں چمک آگئی اور دل میں لالچ پیدا ہوا۔

پوچھا، مٹی کو سونا بنانے کے لئے کیا کرنا ہوگا؟

سوداگر نے کہا، بے کار رہنا ہوگا لیکن نئے انداز سے۔ قیمتی لباس پہن کر وادی میں جاؤ اور گلی گلی گھومو ـــ یہی تمہارا کام ہے۔

ان کو یہ آسان لگا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

وادی والے بے کاروں کے تن پر قیمتی لباس دیکھ کر پہلے چونکے پھر یہ سوچ کر کام میں مشغول ہوگئے کہ دے دی ہوگی کسی نے بھیک۔ جب وہ روز روز نیا لباس پہن کر آئے تو وادی والوں کے دل میں قیمتی لباس پہننے کی خواہش ابھری مگر انہوں نے اظہار نہیں کیا۔

چند دنوں بعد چار بے کاروں کی طبیعت اچاٹ ہوگئی۔ سوداگر کے پاس آئے اور کہا، اگر ہمیں گلیوں کے ہی چکر لگانے ہیں تو بہتر ہے کہ کوئی کام دے دو۔ کم از کم کچھ دیر بیٹھنا نصیب ہوگا۔ تم نے ہمیں پھیری والا بنادیا۔

سوداگر نے لہجے پر زور دیتے ہوئے کہا، تم بڑے آدمی ہو، بڑے آدمی کام نہیں کرتے، دوسروں سے کام لیتے ہیں۔

خود کو بڑا آدمی سمجھ کر خوشی سے پھولے نہ سمائے اور کہا، تم واقعی ہمدرد ہو، ہمیں بڑا آدمی بنادیا۔ لیکن ہمارا کام کوئی کیوں کرے گا جب ہمارے پاس ان کو دینے کے لئے کچھ نہیں۔ نہ ہم کھیتی کرتے ہیں نہ اناج ہے؟

سوداگر دلفریب مسکراہٹ سے بولا، تم بڑے آدمی ہو، لوگ بڑے آدمی کا کام مفت میں بھی کر دیتے ہیں۔ میں تمہارے لئے بڑی سے بڑی رقم خرچ کرنے کو تیار ہوں۔ وادی میں جاؤ اور ان سے کہو کہ چار محل تعمیر کرنے ہیں، بدلے میں انہیں اچھا معاوضہ ملے گا۔

کیا ہمیں بے وقوف سمجھا ہے؟ خالی ہاتھ جائیں اور لوگوں سے کہیں کہ ہمارے لئے محل تعمیر کرو؟ واہ! ان کی آنکھوں میں اپنے لباس کے لئے پسندیدگی دیکھی ہے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیں بھیک میں ملے ہیں۔ محل تعمیر کرنے والی بات کو وہ شیخی سمجھیں گے اور جوتے مار کر بھگا دیں گے۔ سندر نگر واپس جانے کی رہی سہی امید ختم ہوجائے گی۔ معاف کرو بابا!

سوداگر نے اشرفیوں کی تھیلی سامنے رکھی اور کہا، کوئی شک نہیں کہ تم بے کار ہو لیکن میں بے کار نہیں، کسی بڑے مشن پر ہوں۔

پھر وہ پہلے بے کار سے مخاطب ہوا۔ مشن نمبر ایک تم پورا کرو گے۔ یہ لے جاؤ اور روتی ہوئی شکل بنا کر واپس مت آنا۔

سندر نگر کے لوگوں نے اشرفیاں دیکھیں تو یقین ہو گیا کہ بے کار کے ہاتھ سونا لگ گیا ہے۔ اکثر لوگوں نے اپنے بڑوں کے مشورے سے کچھ روز کے لئے کھیتی کا کام ترک کیا اور نقشے کے مطابق تعمیر میں مصروف ہو گئے۔

محل کا نقشہ دیکھ کر انہیں سوداگر یاد آیا جس کی پیشکش کو انہوں نے رد کر دیا تھا۔ افسوس ہوا کہ قسمت بدلنے کا موقع گنوا دیا۔

محلوں کی بنیادیں کھڑی ہوئیں۔ پہلے بے کار نے اس کام سے بہت کمایا۔ مزدوروں کو بطور معاوضہ اشرفیاں دیں۔ اشرفیوں سے پیٹ نہ بھرتا تھا اور کھیت میں کام کرنے والے لوگ کم تھے، بھوک پیاس کا مسئلہ پیدا ہوا۔ وادی والے زار زار روتے اور کہتے کہ اب کیا ہو گا۔

سوداگر نے پہلے بے کار سے کہا، کچھ آدمی نوکری پر رکھ لو اور ان سے کہو کہ باہر سے سستا اناج خرید کر مہنگے داموں فروخت کریں اور کمائی میں سے ایک حصہ تمہیں دیں۔

یہ پہلا موقع تھا جب سندر نگر میں باہر سے اناج آیا۔ وادی کے لوگوں کو چیزیں پسند آئیں اور باہر سے آنے والی چیزوں کی فہرست میں اضافہ ہوتا رہا۔ بے کار شخص کے ہاں دولت کی ریل پیل ہو گئی اور لالچ بڑھ گیا۔

اگلے سال وادی میں فصلیں تیار تھیں کہ ایک رات ہرن آئے اور کچھ حصہ خراب کر گئے۔ محنت مشقت ترک کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا تھا، وہ اعتماد نہیں رہا جو دن رات مشقت سے حاصل ہوتا ہے۔

خوف میں مبتلا دیکھ کر سوداگر نے سوچا کہ یہ وادی والوں کے سامنے آنے کا اچھا موقع ہے۔

لوگ اسے دیکھ کر جمع ہوئے۔

اس نے کہا، جانور بچی کچھی فصل بھی خراب کر دیں گے۔ میرے پاس ایک آدمی ہے جو کھیتوں کی حفاظت کا انتظام کر سکتا ہے۔

سندر نگر کے لوگوں نے کہا، دیکھو! تم رحم دل ہو۔ اگر مدد کو نہ آتے تو ہمارے کھیتوں کو ہرن اور دوسرے جانور چر جاتے۔

اگلے روز دوسرے بے کار نے کچھ آدمیوں کو لاٹھیاں دے کر کھیتوں کی حفاظت کے لئے کھڑا

کیا۔ جب فصل کٹ گئی تو اپنے آدمیوں سے کہا کہ نصف کسانوں کے لئے رہنے دو۔ باقی نصف میں سے تین حصے میرے اور ایک تمہارا ہے۔

سندر نگر کے لوگوں نے پہلی بار پہرہ دار کے ہونے کی افادیت محسوس کی لیکن سوچا نہیں کہ جانوروں کے ہاتھوں نقصان سے، ان کا نقصان اب زیادہ ہوا ہے۔ وہ رات کو فصل کی رکھوالی کی فکر سے آزاد ہو گئے۔

کسانوں کو ملنے والا اناج ضرورت سے کم تھا، چوریاں شروع ہو گئیں۔ بے کار شخص جس کو اناج کی ذمہ داری دی گئی تھی، اس نے معصوم شکل بنا کر لوگوں سے کہا، اگر تم کہو تو میرے آدمی تمہارے مکانوں پر پہرہ دے سکتے ہیں۔ کیا مجال جو ایک دانہ بھی چوری ہو۔

لوگ خوش ہو گئے ۔ مکانوں اور دکانوں پر پہرہ دار کھڑے ہوتے ہی چوریاں رک گئیں مگر پہرہ داروں کے اخراجات چوری کے نقصان سے زیادہ تھے۔

سندر نگر کے محنت کشوں نے مشقت ترک کی تو لڑائی جھگڑے شروع ہوئے۔ سکون کی جگہ خوف نے لے لی، خلوص رخصت ہو گیا۔

سندر نگر میں بے چینی کا دور دورہ تھا۔ سوداگر نے زبوں حالی دیکھ کر لوگوں سے کہا، حالات نہ بدلے تو اندیشہ ہے کہ وادی اجڑ جائے گی۔ اسے بچانے کے لئے معقول انتظام کرنا ہو گا۔

دوسرے دن ایک تاجر اور کسان میں جھگڑا ہو گیا۔ تاجر کا دعویٰ تھا کہ کسان کے ذمے میرا 15 سیر اناج ہے جو اس نے نہیں دیا۔ کسان نے کہا کہ تاجر جھوٹ بول رہا ہے، معاہدے کے تحت اس اناج پر میرا حق ہے۔

سوداگر تک خبر پہنچی۔ تصفیے کے لئے دونوں کو بلایا اور تیسرے بے کار سے کہا، فیصلہ کرو۔

اس نے دونوں کی بات سن کر کسان سے کہا، تم نے 15 سیر اناج لیا اور تاجر کی سب کے سامنے تذلیل کی۔ تم بطور جرمانہ 20 سیر اناج دو گے۔

پھر وہ تاجر سے مخاطب ہوا۔ کیا ثبوت ہے کہ یہ 15 سیر اناج تمہارا ہے جب کہ کوئی تحریری معاہدہ موجود نہیں؟ تم نے جھوٹ بولا اور کسان کی بے عزتی کی۔ سزا یہ ہے کہ تم 25 سیر اناج کی رقم جمع کرواؤ گے۔

لوگوں کو فیصلے کی خبر ہوئی۔ انہوں نے کہا، جسے ہم نے بے کار سمجھ کر وادی سے نکالا، وہ ہم سب سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو

ہم لڑتے لڑتے مر جاتے۔

اس طرح تیسرے بے کار کی چاندی ہوگئی۔

سوداگر نے چوتھے بے کار کو باہر سے لوہے کی چکّی بنوانے کا حکم دیا۔ چند دن بعد سندر نگر کے وسیع میدان میں لوہے کی چکّی لگ گئی۔ گیہوں، مکئی اور چنے پیسنے کا کام شروع ہوا۔ لوہے کی چکّی میں پسا ہوا آٹا اتنا باریک تھا کہ گاؤں والے خوش ہوگئے۔ اس روز سندر نگر کی پتھر کی چکّیاں بے کار ہوگئیں اور وہ خواتین و مرد بھی جو گھر میں اناج پیستے تھے۔ اس طرح وادی کا انتظام چار بے کاروں کے ہاتھ میں آ گیا۔

سندر نگر آج بھی پہاڑوں کے درمیان آباد ہے۔ وہاں دیکھنے کے قابل کئی عمارتیں ہیں جن میں ملازموں کی کمی نہیں۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے بیماریاں اور بیماروں کے لئے شفا خانے ہیں، بڑے بڑے کارخانے ہیں جن کے دن رات دھواں اگلنے سے فضا آلودہ ہوچکی ہے۔ طرح طرح کی بیماریوں نے وادی کو مسکن بنالیا ہے۔ مکانات کی دیواریں اونچی ہونے سے آدمی آدمی سے غافل ہوگیا ہے، محبت کی جگہ نفرت نے لے لی ہے اور خلوص پر بے حسی غالب آگئی۔

بھوکی نظر

ایسا مال و متاع اپنے پاس نہ رکھ جو تجھے بخیل بنادے۔ اس طور سے بھی نہ دے کہ تو فضول خرچ بن جائے۔ اپنا خوان سب کو کھلا لیکن کسی کو اپنا منت دار (احسان مند) نہ بنا اور نہ دوسرے کے خوان کو بھوکی نظر سے دیکھ۔

چار بے کاروں کے دن کیا بدلے، وادی کے لوگ ان کے غلام بن گئے۔ وادی والے جب تک اپنا کام خود کرتے تھے، مرضی کے مالک اور فیصلوں میں آزاد تھے۔ پھر سوداگر کے روپ میں شیطان کی باتوں میں آکر اپنے چین کی قیمت لگائی اور بے چینی خرید لی۔ انہوں نے چار بے کاروں کی چمک دمک دیکھ کر نمود و نمائش کو ترجیح دی اور غلامی خرید لی۔ کام وہ اب بھی کرتے ہیں مگر دوسروں کا — اپنی آزادی سلب ہوچکی ہے۔

چاروں بے کار لالچی تھے۔ بجائے اس کے کہ لوگوں کی خدمت کرتے، اپنے تجربے سے ان کو چھوٹا موٹا کاروبار کرادیتے، بچوں کے لئے اسکول تعمیر کرتے، خواتین سینا پرونا کرتیں تاکہ وسائل کا صحیح استعمال ہوتا لیکن انہوں نے لالچ میں وادی کے حسن کو برباد کردیا۔

لمحات کی تقسیم

مرکزی خیال : آدمی نے ہر دور میں ٹائم اور اسپیس کی اہمیت کو جانا ہے۔ محققین کی کوشش رہی ہے کہ ٹائم اور اسپیس کی نفی سے بھرپور زندگی (Smart Life) گزار سکیں۔ لہروں پر مبنی اطلاعاتی و خیالی نظام آدمی کے لئے نیا نہیں، مصر اور مایہ کے اہرام ہنوز لہروں کے اسرار کی ہزاروں سال پرانی کاوشوں کا ایک زاویہ بیان کر رہے ہیں۔ گلیلیو، نیوٹن، میکس ویل، آئن اسٹائن، اسکروڈنجر اور ڈاکٹر عبدالسلام جیسے کئی نوبل انعام یافتہ محققین نے لہروں سے متعلق قوانین سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔ مادی طبیعیات سے گزر کر جب خیالات نے مابعد الطبیعیات پر کمند ڈالنے کی کوشش کی تو ان کا ذہن مصلحتاً مادے (matter) میں گرفتار رہا۔ زیرِ نظر مضمون میں تحقیقی رجحان کی دو سمتوں کا تذکرہ ہے۔ خارج میں یہ رخ آدمی کی حسی، عضلاتی، فعلیاتی اور نفسیاتی تفہیم سے گزر کر ذہنی نقوش بناتا ہے۔ آدمی نے ہر دور اور زبان میں ان نقوش کو اپنے مطابق نام دیئے ہیں۔ باطن یا حالتِ نیند میں بھی نقوش بنتے ہیں مگر یہاں مادی جسم کی شمولیت دکھائی نہیں دیتی۔ دونوں حالتوں میں فرق ٹائم اور اسپیس کی رفتار کا ہے۔ اگر آج کا محقق مادیت میں تبدیلی کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے مادے (matter) کی اسپیس کے پیچھے کارفرما 'زمانیت' (Time) کا علم حاصل کرنا ہوگا۔

الہامی کتب اور آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں یقین اختیار کرنے کا حکم اور شک کے جال میں گرفتار ہونے سے خبردار کیا گیا ہے۔ شک میں مبتلا لوگ خسارے میں ہیں۔ صرف وہ لوگ محفوظ ہیں جن کا دل یقین سے روشن ہے، جو خیر پر مبنی عمل کرتے ہیں، حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے ہیں۔ ایمان لانے والوں کا تعلق یقین کی طرز یا pattern of certainty سے ہے جب کہ نیک عمل کے الفاظ یقین کے حصول کا طریقِ کار یا methodology ہیں۔

الہامی کتابوں میں یقین سے بھرپور زندگی گزارنے کی گائڈلائن اور لائف پیٹرن بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں نوعِ انسانی کی راہ نمائی کے لئے پیغمبران کرام علیہم السلام بھیجے اور نبوت کا سلسلہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ پر ختم ہوا۔ اللہ نے ہر الہامی کتاب اور صحیفے کو عوام الناس میں معروف زبان میں پیش کیا یعنی الہامی کتب نازل ہوئیں تو ان کی زبان رائج العصر رہی یعنی وہ زبان جو اس دور میں بولی جاتی تھی تاہم ادوار مختلف ہو کر بھی پیغام ایک ہے۔

خالق اور مخلوق کا تعلق، ارض و سماوات کے تخلیقی فارمولے، طرزِ معاشرت میں توازن کے قوانین سب میں ہیں۔ ہر الہامی کتاب میں تمام الہامی کتب و صحائف کی توثیق اور آنے والے پیغمبر کی بشارت ہے۔ جب آخری نبی حضرت محمدؐ تشریف لائے تو ان پر آخری آسمانی کتاب قرآن کریم نازل ہوئی۔ اس کتاب میں گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان پر نازل کتب پر ایمان لانے کی تاکید ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمدؐ پر دین کی تکمیل کر دی ہے۔

محققین کی اکثریت واقف ہے کہ Google نامی کمپنی نے کمپیوٹر کی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے فرد کے لئے انفارمیشن تک رسائی آسان بنا دی ہے۔ شہر تو شہر، دور دراز جزائر و جنگلات میں بسنے والی اقوام کے پاس جو کتب و مسودات اور تراشے گئے نقوش و مجسمے مل سکے، محققین نے ان کا عکس scan یا محفوظ کر لیا۔

محقق آخری الہامی کتاب قرآن کریم کو پڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات میں "کتاب" کے بارے میں ہر قسم کے شک و شبہ یا ابہام کو رد کیا ہے۔

"اس کتاب میں شک نہیں۔ متقی لوگوں کے لئے ہدایت (guide) ہے۔"

نیوٹرل ذہن سوچتا ہے کہ قرآن کریم میں علوم کا منبع (source) کیا ہے؟

خالقِ کائنات نے گزشتہ پیغمبران کرام علیہم السلام کی تعلیمات کے بارے میں فرمایا ہے،

"یہ ہمارا مستقل طریقِ کار ہے جو سب رسولوں کے معاملے میں ہم نے برتا ہے جنہیں تم سے پہلے ہم نے بھیجا تھا اور ہمارے طریقِ کار میں تم تغیر نہ پاؤ گے۔" (بنی اسرآءیل: ۷۷)

اس حقیقت سے ہم کسی نہ کسی طرح آشنا ہیں کہ پیغمبران کرام علیہم السلام اس لئے بھیجے گئے تاکہ نوعِ آدم کائناتی نظام کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہوجائے۔ حضرت آدمؑ سے خاتم النبیین حضرت محمدؐ تک نوعِ آدم کو جو علوم عطا کئے گئے، ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

"اے نبیؐ! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور ان کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ ہم نے ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی اور داؤدؑ کو ہم نے زبور عطا کی۔" (النسآء : ۱۶۳)

ہر دور میں عرفانِ الٰہی، اسرارِ کائنات، حقوق العباد اور دیگر امور کو اللہ نے عوام الناس کے شعور کے مطابق مثالوں سے سمجھایا ہے۔ تجسس آدمی کی کنہ میں داخل ہے اور خالقِ کائنات اللہ نے اس کے دائرۂ کار کو لامتناہی رکھا ہے۔

کائنات میں اشیا کتنے بنیادی اجزا سے تشکیل ہوئی ہیں—؟ محققین کا کہنا ہے کہ تمام عناصر اور ان کے تاب کار ذرّات (isotopes) کو ملا کر تقریباً 135 اجزا ہیں۔ علمِ کیمیا والے ان اجزا کو دَوری جدول یا پریاڈک چارٹ کی شکل میں دکھاتے ہیں۔ کاربن ڈیٹنگ اور ایسی دیگر سائنسی تکنیک اور مشاہدات و تجربات کی مدد سے محققین کا کہنا ہے کہ دنیا لگ بھگ 13.8 ارب سال پرانی ہے اور تمام اشیا ان مذکورہ عناصر کی ترکیب ہیں۔ جو خدوخال اور نقش و نگار پہلے تھے، آج بھی ہیں اور ان ہی طرزوں میں کل بھی موجود ہوں گے۔

معلوم انسانی تاریخ سے اب تک محققین کے مشاہدات میں فرق رہا ہے۔ کائنات کے اجزائے ترکیبی کے بارے میں ان کی رائے بدلتی رہتی ہے۔ کبھی پتھر، کبھی لوہا، کبھی تانبا، کبھی ریت میں ٹیکنالوجی کی معراج کے دعوے کئے گئے۔ غرض مادے میں اسیر آدمی کے افکار میں مادیت کی اضافیت کا تجسس ہمیشہ رہا۔

مادہ پرستوں کے نظریات کے برعکس الہامی مذاہب کی تعلیمات پر عمل کرنے والے صاحبِ حال خواتین و حضرات جانتے ہیں کہ کائنات ایک supreme ہستی کی تخلیق ہے۔

ابدالِ حق حضور قلندر باباؒ نے کائناتی وسعت

کے بارے میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ خالقِ کائنات اللہ نے یہ آرکیٹیکچر شماریات سے زیادہ صفات سے تخلیق کیا ہے۔

"اور زمین میں جتنے درخت ہیں، اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں، تب بھی اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔" (لقمٰن : ۲۷)

زمان سے مکانیت کی لحہ لحہ، زون در زون تخلیق ہو رہی ہے۔ ہر اسٹیج پر تنزل ہوتا ہے جس سے لمحات تقسیم ہوتے ہیں اور لمحات کی مکانیت مقررہ وقت پر مظہر بنتی ہے۔ ہر زون میں لمحات کی تقسیم مقداروں کے تناسب سے رونما ہوتی ہے۔ قارئین کی یادداشت کے لئے مختصراً عرض ہے — شے کا ظاہری وجود زمان کے کسی یونٹ میں مظہر بنتا ہے۔ ہم جن اکائیوں میں ان کے احساس کو شمار کرتے ہیں، وہ "وقت" کہلاتا ہے۔ وقت کو سیکنڈ، منٹ، گھنٹے ...صدیاں کہتے ہیں۔ تفکر طلب ہے کہ مادی وجود انتہائی تنزل میں جا کر ظاہر ہوتا ہے — اس سے پہلے کے مراحل روشنی کے ہیں۔ (قسط: ۱۵)

واٹر پروف + ساؤنڈ پروف

بعض بوتلوں پر لکڑی سے بنے ڈھکن ہوتے ہیں۔ یہ شاہِ بلوط کی ایک قسم کارک اوک (Cork Oak) سے بنتے ہیں۔ اس کی لکڑی لچک دار اور water proof ہونے کی وجہ سے بوتلوں کے ڈھکن کے لئے موزوں ہے۔ اس میں کثافت کم ہے اس لئے پانی پر تیرنے والی چیزیں مثلاً ماہی گیری کے لئے بیڑا بنانے میں استعمال کی جاتی ہے اور ہوا روکنے کے لئے لکڑی کے جوڑوں میں بھی لگائی جاتی ہے۔ کارک کے چُورے سے ٹائل بنائے جاتے ہیں۔

جب اس درخت کی عمر تقریباً 20 سال ہوتی ہے تو اس پر چھال آنا شروع ہوتی ہے اور لگ بھگ ڈھائی انچ موٹی تہیں اترتی ہیں جن کو ابال کر سیدھا کیا جاتا ہے پھر ان سے مختلف چیزیں بناتے ہیں۔ تقریباً 600 سال قبل مسیح میں اہلِ روم نے کارک سے سینڈل اور ماہی گیری کے لئے آلات بنائے۔ کارک اوک کو غیر موصل مادے (insulator) اور آواز روک (sound proof) کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

Canderel®
with Stevia
Naturally Sweet
Zero Calorie
Sweetener
Available in
Tablets, Sachets and Jars
SEARLE

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

A GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

فرزانہ پرویز

ساس — بہو

اماں جان نے سعدیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، تمہارے آگے پیچھے کوئی کیوں نہیں؟ آگے وہ ہے جہاں تم جارہی ہو اور پیچھے وہ ہے جہاں سے تم آرہی ہو۔

سعدیہ برتن دھو رہی تھی کہ حسبِ معمول پڑوس میں شور ہوا۔ دونوں گھر کی دیواریں ملی ہوئی تھیں، درمیان میں چار فٹ کی گلی تھی اور باورچی خانے قریب تھے جن کی کھڑکی اکثر کھلی رہتی تھی اس لئے اونچا بولنے سے آواز اُس پار سے اِس پار آجاتی تھی۔

پڑوس میں افرادِ خانہ چیخ چیخ کر خود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

فرحان میرا بیٹا ہے، گھر میرے نام پر ہے، یہاں میری مرضی چلے گی۔

بہو نے جواب دیا، امی! میں اپنے حق سے ہرگز دست بردار نہیں ہوں گی۔

بڑی آئی حقوق کی باتیں کرنے والی! فرائض کی بھی کچھ خبر ہے؟ تمہاری تو پہلے دن سے اس گھر پر نظر ہے۔ادب احترام سیکھا نہیں۔ معصوم شکل دیکھ کر میں دھوکا کھاگئی ورنہ میرے بیٹے کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی تھی۔

امی! آپ الزام لگارہی ہیں۔ گھر کون سا میں قبر میں ساتھ لے کر جاؤں گی جو میری اس پر نظر ہوگی۔ اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر اس لئے نہیں آئی کہ بات بات پر طعنے سنوں۔ زندگی عذاب کردی ہے۔ پتہ نہیں کیا چاہتی ہیں آپ؟ بہو کو برداشت نہیں کرسکتیں تو بیٹے کی شادی کیوں کی؟ آپ کی پہلے دن سے کوشش ہے کہ فرحان کو مجھ سے دور کردیں، ہر وقت اس کے کان بھرتی ہیں۔

ساس کا غصہ بڑھ گیا۔ تم مجھ پر الزام لگارہی ہو؟ آنے دو فرحان کو۔ آج فیصلہ ہو کر رہے گا۔ ماں کا کتنا حق ہے، کچھ معلوم ہے؟ بی بی! جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ تمہارے پاس کیا

ہے؟ گز بھر لمبی زبان—؟

امی! آپ مجھ سے خوفزدہ ہیں۔ ڈر لگتا ہے کہ آپ کا بیٹا چھین لوں گی، وہ میرا ہو جائے گا۔ میں گھر بسانے آئی ہوں، بیٹا چھیننے نہیں آئی۔ آپ ماں ہیں، آپ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا، میں اس کی بیوی ہوں، میری اپنی جگہ ہے۔ ہم ایک دوسرے کی حد کا احترام کریں تو یہاں روز روز تماشا نہ ہو۔ ملازم ہم پر ہنستے ہیں۔

بیٹا چھیننے اور خوفزدہ ہونے والی بات پر ساس صاحبہ کا غصہ بڑھ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں، دونوں ہاتھوں سے زور سے تالی بجنے کی آواز آئی۔ یہ بہو تھی جس نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ امی! اللہ کا واسطہ ہے بس کر دیں! یہ کہتے ہی دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ سعدیہ نے اس منظر کو فلم کی طرح نشر ہوتے دیکھا اور اندازہ لگایا کہ بہو اپنے کمرے میں جا چکی ہے۔

جب سے پڑوس میں بہو آئی تھی، ہر دوسرے تیسرے روز شور شرابہ ہوتا تھا۔

سعدیہ نے افسوس میں سر ہلاتے ہوئے خود سے کہا کہ آدمی نے سکون اپنے ہاتھوں برباد کر لیا ہے— ملکیت کے فریب میں بے سکونی خرید لی ہے۔ بہو کی باتوں سے محسوس ہوا کہ وہ صلح جو ہے اور سکون چاہتی ہے۔

سعدیہ سر جھٹک کر رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگی۔ خیالات کی رَو کہاں رکتی ہے، توجہ اماں جان کی طرف گئی جن کے گھر وہ ملازمہ تھی۔ شوہر مر گیا تھا۔ ایک پانچ سال کا بچہ تھا۔ دو سال سے اماں جان کی دن رات دیکھ بھال پر مامور تھی۔ اسے سر چھپانے کے لئے جگہ مل گئی تھی۔ تنخواہ اچھی تھی اور سب سے بڑھ کر نرم دل خاتون کا ساتھ۔

اماں جیسی پُروقار خاتون کے گھر بھی ملکیت کا تنازعہ تھا۔ ہزار گز پر پھیلا گھر، تین بیٹے اور سب کے پورشن الگ۔ وہ تین بیٹوں کی ماں ہو کر بھی اپنے پورشن میں اکیلی رہتی تھیں۔ کوئی بہو ساتھ رکھنے پر تیار نہیں تھی۔ سب کا کہنا تھا کہ ہم یہ بوجھ کیوں اٹھائیں۔ پڑوس میں ساس ٹھیک نہیں تھی اور اس گھر میں بہوؤں کے مزاج آسمان پر تھے۔ کوئی کسی حال میں خوش نہیں تھا۔

اماں جان کو بیٹوں کے رویّے نے دکھ دیا تھا لیکن وہ اظہار نہیں کرتی تھیں۔ کہتی تھیں کہ درخت نیا ہے، پھل نئے ہیں، فائدہ بھی اپنا اور نقصان بھی اپنا ہے۔ چھوٹے درخت اگر بڑے

درخت کے سائے سے دور گھر بنانا چاہتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے دینا چاہئے تاکہ وہ سورج کی دھوپ کو برداشت کرنا سیکھیں اور چاند کی چاندنی سے مٹھاس بھی لیں مگر ایسا کرتے ہوئے انہیں بڑے درخت سے یکسر غافل نہیں ہونا چاہئے کہ چھوٹے درختوں کی لائف لائن وہ بڑا درخت ہے جس سے ان کی جڑیں نکلی ہیں۔

آخری جملہ کہتے ہوئے اندر کا درد باہر آجاتا تھا۔ سعدیہ انہیں ہر طرح سے آرام پہنچانے کی کوشش کرتی لیکن وہ اولاد کا بدل نہیں تھی۔

سعدیہ کو تعلیم حاصل نہ کرنے کا ہمیشہ قلق رہا تاہم اماں جان کی صحبت میں تشنگی کسی حد تک کم ہوگئی تھی۔ فرصت کے اوقات میں اماں کوئی کتاب پڑھ کر سناتیں جسے وہ شوق سے سنتی اور سوالات کرتی تھی۔ اماں جان کے سائے کا اس کے بچے پر مثبت اثر پڑا تھا۔ بچے کو اسکول میں داخل کرواکر اس کی فیس خود ادا کرتی تھیں۔

سعدیہ نے ایک دو دفعہ اماں سے پڑوس میں ساس بہو کے لڑائی جھگڑے کی آوازوں کا ذکر کیا تو اماں نے یہ کہہ کر مزید کچھ کہنے سے روک دیا کہ مجھ سے پرائے گھروں کی باتیں نہیں کرو۔ خواہ مخواہ کی غیبت اور وقت کا ضیاع ہے۔ کیا ضروری ہے کسی کی بات سن کر کسی اور کو بتانا؟ جتنا وقت ان کی باتیں مجھے بتانے میں جائے گا، اس میں ان کے لئے دعا کرلیا کرو کہ وہاں امن اور محبت کی فضا ہو۔

اماں جان کی بات سن کر سعدیہ کے دل میں ان کا احترام بڑھ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بچے کی بھی تربیت ہو رہی تھی۔ بے شک بزرگوں کی موجودگی سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔

ملکیت کا دعویٰ نفسیاتی بیماری ہے جو ہر طبقے میں پائی جاتی ہے۔ ملکیت کو درخت تصور کریں تو جڑ، تنا، شاخیں، پتے، پھول اور پھل کو تکبر، غصہ، ظلم، حسد، انتقام، نافرمانی، حق تلفی اور ناانصافی کے علاوہ کیا کہا جائے گا۔

اماں جان سمجھاتی تھیں کہ اللہ کریم نے کُن فرماکر وسائل تخلیق کئے اور یہ بلاتفریق سب مخلوق کے لئے ہیں۔ وسائل پر چند افراد کے قبضے سے حق تلفی اور بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ دنیا سرائے ہے۔ سرائے میں دو روز گزارتے ہوئے وہاں کی چیزوں کو ملکیت سمجھ کر آپس میں دشمنی مول لیں تو ہم سے بڑا نادان اور ناشکرا کوئی نہ

ہو گا۔ ایک تو ہمیں سرائے میں رہنے کو جگہ ملی، وہاں اور لوگ آئے، کسی کو ہم نے اپنا بیٹا یا بیٹی کہا، کسی کو بہن بھائی اور دوست کہہ دیا اور خود کو سرائے کا مالک سمجھ لیا۔ کیا سرائے ہماری ہے جب کہ دو دن بعد ہمیں یہاں سے نکل کر کہیں اور جانا ہے؟ قرآن کریم میں واضح پیغام ہے،

"اور یاد رکھو! تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔" (ابراہیم: ۷)

قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی وجہ سے اماں جان کے اندر حالات کا سامنا کرنے کی ہمت پیدا ہو گئی تھی، وہ بہادر اور پُر وقار تھیں، بیٹوں کی بے حسی کا غم خاموشی سے سہ رہی تھیں۔

رات کے کھانے کے بعد چائے کے دوران اللہ کی محبت کا ذکر ہوا تو اماں جان نے کہا، نوعِ آدم میں ایک گروہ ایسا ہے جو اللہ کی رضا میں راضی رہتا ہے کیوں کہ اس کے شعور میں یہ بات داخل ہو چکی ہے کہ اللہ ستّر ماؤں سے زیادہ مہربان ہے۔ سوچو، غور کرو — ایک ماں بچوں کو کم سے کم وسائل میں کامیاب منزل تک پہنچا دیتی ہے پھر ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والی ہستی اللہ نے مخلوق کے لئے کتنے اکرامات اور نعمتیں رکھی ہیں۔ کبھی سوچا ہے؟

سعدیہ نے کہا، اماں! اگر یہ بات دل میں اتر جائے تو آدمی شکوے کر کے بے ادبی کا مرتکب نہ ہو گا، عدم تحفظ کا احساس ختم ہو جائے گا، یقین کی روشنی داخل ہو گی اور ملکیت کا مسئلہ نہیں رہے گا۔ بس ایک بات ملحوظِ خاطر رہے گی کہ ہم سب کا مالک اللہ ہے۔

بیٹی! بے جا خواہشات اللہ سے دور کر دیتی ہیں اور آدمی ناشکرا بن جاتا ہے۔ دیکھ لو! نعمتیں ہیں لیکن شکر نہیں ہے۔ کیوں؟ ہم ملکیت کے فریب میں الجھ گئے ہیں۔ ہر چیز کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتی تو کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ ہر شخص اپنا سوچتا ہے، ایسے میں سب کی بات مانی جائے تو گھر کیسے چلے گا؟

اماں جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں، اس سے گزرنے کے لئے دل بڑا ہونا چاہئے۔

دل بڑا ہے — اتنا بڑا کہ خواجہ میر دردؔ نے کہا،

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دل تو بڑا ہے۔ اللہ نے ہمیں رہنے کے لئے

کائنات دی ہے اور ہم ہیں کہ زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے لئے لڑ رہے ہیں۔

اماں جان! آپ کا دل نہیں دکھانا چاہتی، آپ کو اولاد کی بے حسی کا دکھ ہے۔ میں بھی تکلیف سے گزری ہوں۔ شوہر مر گیا ہے اور آگے پیچھے کوئی نہیں۔ پوری زندگی پڑی ہے۔ وہ ہمت کہاں سے لاؤں جو آپ کے اندر ہے۔

اماں جان نے سعدیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، تمہارے آگے پیچھے کوئی کیوں نہیں؟ آگے وہ ہے جہاں تم جارہی ہو اور پیچھے وہ ہے جہاں سے تم آرہی ہو۔ تم اکیلی نہیں، اللہ ساتھ ہے۔ اس سے بڑی ہمت کیا ہوگی۔ جہاں تک دنیاوی رشتوں کی بات ہے تو یاد رکھنا! اولاد اس دنیا کا تحفہ ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آدمی اکیلا آتا ہے اور اکیلا جاتا ہے۔ غور کرو کہ میں نے کیا کہا ہے ـــ تم جان لوگی کہ میں نے اس عمر میں رشتوں کے غم کو کس طرح پیا ہے۔

فکشن شعور سنی اور لکھی ہوئی بات کے معنی و مفہوم کا درست تعین نہیں کرتا جس سے الفاظ کے پس پردہ حقائق اوجھل رہتے ہیں۔

فکشن کیا ہے ـــ؟

خیبر پختونخوا

نه په خپل رائے راغلم و دې عالم ته
نه په خپل رضا درومم بیا و عدم ته
په څه شان راغلم په څه شان درومم
قطره چې بیله شی درومی بیا یم ته

صوفی شاعر خوشحال خان خٹک فرماتے ہیں کہ میں دنیا میں اپنی مرضی سے نہیں آیا نہ اپنی مرضی سے سوئے عدم جاؤں گا۔ جس طرح سے آیا ہوں، اس طرح سے جاؤں گا جیسے قطرہ دوبارہ سمندر سے جاملتا ہے۔

جو موجود ہو کر بھی موجود نہ ہو۔

یہ بتایئے کہ کیا گھٹنے بڑھنے والی شے کو موجود کہا جاسکتا ہے؟ جس لمحے اسے موجود سمجھتے ہیں، وہ گھٹتی ہے اور گھٹتے ہی بڑھ جاتی ہے۔ ایک حالت پر قائم نہ رہنا موجودگی کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ پھر میں اور تو، تیرا اور میرا کیا ہے؟ اس جھگڑے نے زمین کو درہم برہم کر دیا ہے۔ سعدیہ نے اماں جان کے آخری جملے پر غور کیا تو کیفیت خالی الذہن ہوگئی۔

قارئین! کیا آپ کی سمجھ میں بات آگئی؟

مشرق و مغرب

شعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں مثلث (triangle) ہوتی ہیں اور لاشعوری حواس میں کام کرنے والی لہریں دائرہ (circle) ہوتی ہیں۔ زمین کی حرکت دو رخ پر قائم ہے۔

۱۔ ایک رخ کا نام طولانی حرکت ہے۔

۲۔ دوسرے رخ کا نام محوری حرکت ہے۔

زمین جب اپنے مدار پر حرکت کرتی ہے تو وہ طولانی گردش میں ترچھی ہو کر چلتی ہے اور محوری گردش میں لٹو کی طرح گھومتی ہے۔ طولانی گردش مثلث ہے اور محوری گردش دائرہ ہے۔

ہماری زمین پر تین مخلوقات آباد ہیں۔ انسان، جنات اور ملائکہ عنصری۔

انسان کی تخلیق میں بحیثیت گوشت پوست مثلث غالب ہے۔

اس کے برعکس جنات میں دائرہ غالب رہتا ہے

اور فرشتوں کی تخلیق میں جنات کے مقابلے میں دائرہ زیادہ غالب ہے۔

انسان کے بھی دو رخ ہیں۔ غالب رخ مثلث اور مغلوب رخ دائرہ۔ جب کسی بندے پر مثلث کا غلبہ کم ہو جاتا ہے اور دائرہ غالب آجاتا ہے تو وہ جنات، فرشتوں اور دوسرے سیاروں میں آباد مخلوق سے متعارف ہو جاتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ متعارف ہو جاتا ہے بلکہ ان سے گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ طولانی گردش مشرق اور مغرب کی سمت میں سفر کرتی ہے اور محوری گردش شمال سے جنوب کی طرف رواں دواں ہے۔ (کتاب: کشکول)

گیارہ ہزار صفات

انسان کا اصل وصف اور اصل شرف یہ ہے کہ خالقِ کائنات اللہ نے اسے اپنی نیابت عطا کی ہے۔ آدم بحیثیت فی الارضِ خلیفہ، اللہ کی بنائی ہوئی کائنات کا حاکم ہے۔ اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات سے وہ کائنات کی حرکات و سکنات کو ایک ترتیب، توازن اور معین مقداروں کے ساتھ قائم رکھتا ہے۔

فی الارضِ خلیفہ کی حیثیت سے آدم (انسان) جو احکامات صادر کرتا ہے، اس کا تعلق روحانی علوم سے ہے۔ روحانی علوم علم الاسماء کے شعبے ہیں۔ جب کوئی انسان علم الاسماء کے علم سے دور ہو جاتا ہے تو اس کے اندر وسوسوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ وہ شکوک و شبہات اور وسوسوں میں مبتلا ہو کر اللہ کی صفتِ ربانیت کو بھولنے لگتا ہے اور اصل سے گریز کرتا ہے۔

تخلیق دراصل علمِ شے ہے۔ جب تک کسی شے کا علم نہیں ہو گا، شے وجود میں نہیں آئے گی۔ کائنات دراصل خالقِ کائنات اللہ کا ذاتی علم ہے۔ کائنات اور کائنات کے تمام اجزائے ترکیبی پہلے سے اللہ کے ذہن میں موجود تھے، ہیں اور رہیں گے۔

کلیہ یہ بنا کہ کائنات سے پہلے علم ہے، پھر شے ہے۔ علمِ شے چوں کہ براہِ راست اللہ کا ذاتی علم ہے اس لئے اللہ کی طرح اس علم کو بھی بقائے دوام حاصل ہے۔ شے (مادی وجود) چوں کہ علم کے بعد کی مظاہراتی شکل و صورت ہے اس لئے اس کو بقا نہیں ہے۔

شے کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شے کسی نقطہ یا مرکز کے ساتھ وابستہ ہے۔ شے کی تخلیق میں یہ بات مخفی ہے کہ شے ہر آن گھٹتی ہے اور ہر آن بڑھتی ہے۔ گھٹنے اور بڑھنے کا یہ عمل بالآخر فنا ہے۔

روحانی آدمی کسی شے میں اپنے اختیار اور ارادے سے تصرف کر سکتا ہے۔ تصرف سے شے کے خدوخال میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔

تصرف سے انسانی خیالات میں بھی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ تصرف علمِ شے میں ہوتا ہے، شے میں نہیں ہوتا۔

ماورائی دنیا میں ہر لفظ شکل رکھتا ہے خواہ وہ وہم ہی کیوں نہ ہو۔ قانون یہ ہے کہ ہر شے کی شکل و صورت ہوتی ہے۔ شکل و صورت کے ساتھ ساتھ اس کے اندر ٹھوس پن ہوتا ہے۔ وہ چیز ظاہر آنکھوں سے نظر آئے نہ آئے، اس کے اندر خدوخال موجود ہوتے ہیں۔

مثال ا۔ آدمی دیکھتا ہے کہ وہم کا مریض زندگی سے تقریباً کٹ جاتا ہے۔ وہم کی طاقت سے اس کے دماغی خلیات ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں۔ زندگی ایک نقطے پر رک جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ وہ معاشرے میں ایک عضوِ معطل بن کر زندگی گزارتا ہے۔ وہم میں اگر شکل و صورت، وزن اور طاقت نہ ہو تو کوئی آدمی وہم میں مبتلا ہو کر مریض نہیں بن سکتا۔

مثال ۲۔ ہوا ایک شے ہے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن جب ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں تو اس کی طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اگر ہوا کی کوئی شکل و صورت نہیں ہے، ہوا میں خدوخال نہیں ہیں، ہوا میں طاقت نہیں ہے تو طوفانی ہواؤں سے بڑی بڑی بستیاں کس طرح نیست و نابود ہو جاتی ہیں—؟

اس مشاہدے سے ہر فرد گزرتا ہے کہ جب ہوا تیز چلتی ہے تو جسم پر ہوا کے اثرات براہِ راست مرتب ہوتے ہیں۔ یہ احساس ہوتا ہے کہ کوئی چیز جسم سے ٹکرا کر گزر رہی ہے۔ اگر فرد کوشش کرے یا ایسے حالات اس کے ساتھ پیش آجائیں کہ جن کی بنا پر وہ یکسو ہو جائے تو اس کے اندر چھٹی حس بیدار ہو جاتی ہے۔

نظریۂ رنگ و نور کے مطابق ہر انسان کے اندر پانچ حواس کے علاوہ بے شمار حواس کام کرتے ہیں۔ اس بات کو اس طرح کہا جائے گا کہ پانچ حواسوں میں سے ہر حواس بے شمار حسوں سے مرکب ہے۔ اگر ان حواس کی تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو انسان کی مادی اور روحانی زندگی کے اندر جتنی حسیں کام کرتی ہیں، ان کی تعداد تقریباً گیارہ ہزار ہے۔

آدمی عمومی طور پر پانچ حواس میں زندگی گزارتا ہے جب کہ اس کے اندر گیارہ ہزار صفات کو جاننے کی صلاحیت ہے۔

حذیفہ ہاشم

لاہوتِ لامکاں

گورکھ ہل سے ڈوبتے سورج کا نظارہ کیا جائے تو رات کا آنا کیا ہوتا ہے، یہ وہاں جا کر ہی پتہ چلتا ہے۔ اندھیرا اسپیس در اسپیس پہاڑوں پر اترتا ہے اور ہر اسپیس کا منظر الگ نظر آتا ہے۔

آدمی خوف اور بہادری کا عجیب امتزاج ہے۔ کبھی چھپکلی سے ڈر جاتا ہے اور کبھی درندوں کو سدھا کر سرکس میں کرتب دکھاتا ہے۔ ایک جانب گڑھے میں اترنے سے گھبراتا ہے اور دوسری جانب K-2 جیسے پہاڑ سر کر لیتا ہے۔ کچھ لوگ ساحل پر بیٹھ کر سمندر کا نظارہ کرتے ہیں اور کچھ سرفنگ بورڈ یا ویک بورڈ پر سمندر کی اونچی نیچی لہروں پر سفر کرتے ہیں — ایک طرف خوف اور دوسری طرف مہم جوئی کا شوق! اگر خوف دور ہو جائے تو کوئی شک نہیں کہ ہر آدمی مہم جُو بن جائے۔

اگر آپ مہم جوئی کا شوق رکھتے ہیں تو پاکستان میں ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں یہ شوق پورا کیا جا سکتا ہے۔ مضمون میں چند ایسی جگہوں کا ذکر ہے جہاں جانے کے لئے دل اور اعصاب مضبوط ہونے چاہئیں۔ یہ جگہیں خطرات سے پُر ہونے کے ساتھ بے حد حسین بھی ہیں۔ ان کی کیمرے سے کھینچی گئی تصاویر حسن کو احساس سمیت ریکارڈ نہیں کر سکتیں، ان جگہوں پر جانے سے کیا احساسات ہوتے ہیں، یہ صرف وہاں جانے والا محسوس کرتا ہے۔

مہم جوئی دو قسم کی ہیں۔

۱۔ سخت مہم جوئی (Hard adventure)

۲۔ ہلکی مہم جوئی (Soft adventure)

سخت مہم جوئی کے لئے تربیت اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے پہاڑوں پر چڑھنا، غاروں میں جانا، سمندر میں اترنا وغیرہ۔ ہلکی مہم جوئی ہر فرد کر سکتا ہے البتہ خطرات مول لینے کا حوصلہ دونوں میں درکار ہے۔

کیا آپ نے شمالی علاقوں کا رخ کیا ہے جہاں پہاڑی راستوں پر سفر کرتے ہوئے دل حلق میں آجاتا ہے کہ گاڑی کھائی میں نہ گر جائے خاص کر جب سامنے سے دوسری گاڑی آرہی ہو؟

سب سے پہلے ذکر ہے اس راستے کا جہاں کچھ عرصہ قبل گاڑیاں جاتی تھیں مگر پہاڑوں سے ایک بڑا پتھر ٹوٹ کر گرا اور سڑک بند کردی۔ اب وہاں سے پیدل سفر ہوتا ہے۔

یہ وادیِ نلتر ہے۔

گلگت سے نلتر جانے کے لئے جیپ میں سفر شروع ہوتا ہے تو سڑک کی حالتِ زار پسلیوں کا جوڑ جوڑ ہلا دیتی ہے لیکن وہاں کے مناظر دیکھ کر راستے کی تکلیف بھول کے خانے میں چلی جاتی ہے۔ وادیِ نلتر سے جیپ میں سفر کرتے ہیں تو ست رنگی جھیل، نیلی اور دیگر جھیلوں سے گزر کر گاڑی اس پہاڑی پتھر پر آکر رک جاتی ہے جس نے سڑک بند کردی ہے — پیدل سفر شروع ہوتا ہے۔ جھیلوں کی خوب صورتی اور پہاڑوں کا حسن خوف بھلا کر آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وادیِ نلتر میں چیئر لفٹ کا بھی انتظام ہے جس میں بیٹھ کر آس پاس اور اوپر نیچے دیکھیں تو فطرت کے حسین مناظر دیکھ کر زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ وادیِ نلتر میں پہاڑوں پر جمی برف کا اپنا وقار ہے اور سبزے سے بھرے پہاڑوں کی اپنی نیرنگی۔ ان مقامات کی سیر کے لئے کتنا پیسہ کیوں نہ خرچ کیا جائے، یہاں تک پہنچنے کی اصل قیمت خوف پر قابو پانا ہے۔

اگر آپ فطرت کے دلدادہ ہیں اور پریوں سے ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں تو اس وادی کا رخ کریں جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ پریوں کا مسکن ہے۔ فیری میڈوز* دنیا کے حسین مقامات میں سے ہے۔ گلگت سے 80 کلو میٹر کے فاصلے پر رائے کوٹ سے فیری میڈوز کے لئے سفر شروع ہوتا ہے جہاں سے جیپ مسافروں کو لے کر تتو گاؤں تک جاتی ہے۔ گاؤں سے پہاڑی راستوں پر پیدل چلتے ہوئے بعض جگہوں پر ایک طرف پہاڑ، دوسری طرف کھائی اور بیچ میں مہم جو ہاتھ میں لاٹھی پکڑ کر چلتا ہے۔ یہاں توازن قائم رکھنے کے لئے دو پیر کافی نہیں اس لئے توازن کو لاٹھی کے ذریعے قرار ملتا ہے۔ دو گھنٹے کے پیدل سفر میں بعض جگہوں

* فیری میڈوز (Fairy meadows۔ پریوں کا سبزہ زار)

پر دل حلق میں آجاتا ہے۔ دشوار سفر پریوں کی وادی تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے جس کے مناظر سیاح کو سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔ فیری میڈوز پر جھیلیں، جھرنے، گھنا جنگل، چاروں طرف بلند پہاڑ اور رات کو آسمان پر ستاروں کی بارات دلفریب سماں باندھ دیتی ہے۔

دنیا کی نویں اور پاکستان کی دوسری بڑی چوٹی نانگا پربت آٹھ ہزاری* پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ دنیا میں آٹھ ہزاری پہاڑوں کی تعداد 14 بتائی جاتی ہے جن میں سے پانچ پاکستان میں ہیں۔ K-2 اور نانگا پربت دو ایسی چوٹیاں ہیں جن کو موسمِ سرما میں سر کرنا دیگر چوٹیوں کو سر کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ ایورسٹ کے بعد K-2 دنیا کی دوسری بڑی چوٹی ہے۔

نانگا پربت کو جانے والا ایک راستہ رائے کوٹ سے شروع ہوتا ہے جس کا پہلا کیمپ فیری میڈوز سے دو گھنٹے پیدل چلنے کے بعد آتا ہے۔ اس سے آگے مزید دو گھنٹے پیدل سفر کرنے پر نانگا پربت کا بیس کیمپ آتا ہے۔

دنیا بھر میں ہلاکت خیز پہاڑ کے نام سے مشہور نانگا پربت کو سر کرنے کے شوق میں ہزاروں کوہ پیما زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ خطرناک مہم جوئی میں شمار ہوتی ہے۔

دنیا کی زمین کے بارے میں آپ کچھ نہ کچھ اور بہت کچھ جانتے ہیں۔ اگر دنیا کی چھت پر جانے کا شوق ہو تو ”دیوسائی“ جائیے۔

* آٹھ ہزاری پہاڑ وہ ہیں جن کی چوٹی آٹھ ہزار میٹر (تقریباً 26 ہزار 247 فٹ) یا اس سے بلند ہو۔

تین ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے پر محیط اور سطح سمندر سے 13 ہزار فٹ بلندی پر ہونے کی وجہ سے دیوسائی کو دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کی دوسری بلند ترین سطح مرتفع* ہے۔ سمندر کی سطح سے 13 ہزار فٹ اوپر جا کر لوگ کس طرح وقت گزارنا پسند کرتے ہیں؟

دیوسائی پر جانے والوں کا ایک مشغلہ لذیذ ٹراؤٹ مچھلیاں پکڑنا ہے۔ اسے نیشنل پارک کا درجہ دیا گیا ہے تاکہ یہاں موجود بھورے ریچھ (brown bear) کی نسل بچائی جاسکے۔ نیشنل پارک ہونے کی وجہ سے دیوسائی پارک میں گائیڈ کے ہمراہ جانا ضروری ہے۔ سردیوں میں یہاں کے موسم کا حال نہ پوچھئے مگر یہاں کی گرمیاں باقی علاقوں میں رہنے والوں کے لئے ٹھنڈ میں شمار ہوتی ہیں۔

گلگت بلتستان کے بعد صوبہ بلوچستان کا رخ کرتے ہیں جہاں مہم جوئی کے کئی مقامات ہیں۔ ان میں ایک نورانی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ سید بلاول شاہ نورانیؒ کا مزار ضلع خضدار کی ایک وادی لاہوتِ لامکاں میں ہے۔ مزار سے چلہ گاہ تک راستہ مہم جوئی سے بھرپور ہے۔ مقامی لوگ اس سفر کو لاہوت کہتے ہیں۔

چلّہ گاہ تک جانے کا ایک ہموار راستہ بھی ہے مگر مہم جو افراد نشیب و فراز سے بھرپور پہاڑی راستے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم ذہن افراد کے ساتھ جائیں تو یہ سفر یادگار بن جاتا ہے۔

چلّہ گاہ کے اندر جانے کا راستہ ایک علیحدہ مہم ہے۔ عمارت میں داخل ہونے کے لئے زینے ہیں مگر اندر جانے کے بعد رسی لٹکی ہوئی ہے جسے پکڑ کر نیچے اترتے ہیں اور چلہ گاہ تک پہنچتے ہیں۔ اندر گھپ اندھیرا ہے جس کے لئے ٹارچ ضروری ہے۔ واپس اوپر آنے کے لئے لیٹ کر سینے کے بل رینگنا پڑتا ہے۔ پھر چلہ گاہ کے اندر جانا اور واپس آنا اپنی جگہ ایک مہم ہے۔ اندر ایک جگہ پتھر کی بنی ہوئی اونٹنی ہے جس کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں۔ چلّہ گاہ کے باہر پتھر کا اژدھا بھی ہے جس کا سر الگ رکھا ہوا ہے۔ یہاں پہاڑ سے سفید پانی ٹپکتا ہے۔

بلوچستان سے پنجاب کے ہل اسٹیشن مری کی طرف آتے ہیں۔ پٹریاٹا کی چیئر لفٹ اور کیبل

* زمین کے اس بالائی حصے کو کہا جاتا ہے جس کی سطح اردگرد کے علاقے سے بلند ہو۔

کار کے بارے میں آپ نے سنا ہے۔ مری سے چیئر لفٹ میں بیٹھ کر ایک اسٹیشن پر اترتے ہیں جہاں سے کیبل کار میں بیٹھ کر مزید اونچائی کا سفر شروع ہوتا ہے اور پٹریاٹا کے بلند ترین مقام پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح واپسی میں پٹریاٹا سے کیبل کار میں اسٹیشن تک اور اسٹیشن سے نیچے بیس کیمپ تک چیئر لفٹ کی مدد لی جاتی ہے۔ بعض دفعہ یہاں ہوا کے تیز جھکڑ چلتے ہیں جو کیبل کار میں بیٹھنے والوں کو زیادہ محسوس ہوتے ہیں۔ جب شیشے کے باہر اونچے پہاڑ اور نیچے وادیاں ہوں اور تیز ہوا سے کیبل کار ہلنا شروع ہو جائے تو دل حلق میں آجاتا ہے۔

صوبہ سندھ کا بیشتر حصہ میدانی علاقے پر مشتمل ہے جہاں دیگر صوبوں کی بہ نسبت سردی کم پڑتی ہے اور برف باری نہیں ہوتی لیکن صوبہ سندھ میں ایک مقام ایسا ہے جہاں برف پڑتی ہے اور گرمیوں میں بھی موسم ٹھنڈا ہوتا ہے۔ جب صوبہ سندھ کی سیر کو آئیں تو یہاں کے ہل اسٹیشن گورکھ ہل ضرور جائیں۔

ضلع دادو کے چھوٹے شہر واہی سے 50 کلومیٹر دور واقع گورکھ ہل پہنچنے میں تقریباً ڈھائی گھنٹے لگتے ہیں۔ راستہ پہاڑ اور ناہموار ہونے کی وجہ سے مخصوص جیپ کے ذریعے ہی گورکھ ہل پہنچا جاسکتا ہے۔ اس سفر میں مہم جوؤں کے انجر پنجر ڈھیلے ہو جاتے ہیں البتہ گورکھ ہل سے ڈوبتے سورج کا نظارہ کیا جائے تو رات کا آنا کیا ہوتا ہے، یہ وہاں جا کر ہی پتہ چلتا ہے۔ اندھیرا اسپیس در اسپیس پہاڑوں پر اترتا ہے اور ہر اسپیس کا منظر الگ نظر آتا ہے۔

سندھ میں مکلی کا قبرستان، پنجاب میں کھیوڑہ کے مقام پر نمک کی کانیں، بلوچستان میں ریت کا آتش فشاں، خیبر پختونخوا میں پاکستان کی پہلی ایوبیہ چیئر لفٹ وغیرہ ایسی جگہیں ہیں جہاں کمزور دل والا بھی جاسکتا ہے۔

پانچ صفحات کے مضمون میں منتخب جگہوں کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ پاکستان ایک کونے سے دوسرے کونے تک قدرتی حسن کی تصویر ہے۔ پاکستان کے تحیر سے بھرپور حسین مقامات کی سیاحت کرنے والوں کو یہ کہتے سنا ہے،

ایک دفعہ دیکھا ہے،

دوبارہ دیکھنے کی خواہش ہے۔

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

عابد محمود

دیکھ فریدا مٹی کھلی، مٹی اتے مٹی ڈلی
مٹی ہسے، مٹی رووے، انت مٹی دا مٹی ہووے

میں بھی چلتا پھرتا موبائل فون ہوں جو کسی کے ارادے سے چارج ہوتا ہے۔ میرا پاور اسٹیشن کہاں ہے جہاں سے لہریں (خیال) آکر مجھے کائنات سے منسلک کر رہی ہیں؟

فلسفی سے بیوی نے پوچھا کہ آپ نے فلسفے کی تعلیم مکمل کی، پی ایچ ڈی کی، پیسہ خرچ کیا، آخر فلسفہ کیا ہے—؟

فلسفی ہو یا کسی اور شعبے کا ماہر، بیوی کے سامنے دلیلیں بے کار ہیں۔ بیوی کی اپنی منطق ہوتی ہے جس کا نعم البدل کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔

فلسفی نے فخر سے سامنے رکھے ابلے ہوئے انڈے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، منطق سے ثابت کر سکتا ہوں کہ یہ ایک نہیں — دو انڈے ہیں۔

بیوی نے پلیٹ سے انڈا اٹھایا اور کھالیا۔

فلسفی نے حیرت سے بیوی کی طرف دیکھا تو اس نے شانِ بے نیازی سے پلیٹ اٹھاتے ہوئے کہا— دوسرا انڈا آپ کھالیں۔

میں عام سا بندہ ہوں، کوئی فلسفی نہیں لیکن چھوٹی چھوٹی چیزیں بعض دفعہ بڑے سوال پیدا کر دیتی ہیں جن کا جواب تلاش کئے بغیر دل کو تسلی نہیں ہوتی۔

ایک دوست کا رضائے الٰہی سے انتقال ہوگیا۔ چار بجے جنازہ تھا۔ موٹر سائیکل اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ اسے ہلا کر پٹرول کی آواز سننے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ ٹنکی خالی ہے۔ آخر موٹر سائیکل پٹرول کے بغیر کیوں نہیں چلتی؟

موٹر سائیکل ہو یا موٹر کار، جب تک اس میں پٹرول نہیں ہوگا، وہ کیسے چلے گی؟ اسے گھسیٹتے ہوئے پٹرول پمپ کا رخ کیا اور خود سے باتیں کرتا رہا۔ دیکھو! یہ سواری مردہ ہے۔ محض لوہے کی بنی بے ضرر مشین ہے۔ کل پرزے ہیں جن کو خاص ترتیب میں یکجا کیا گیا ہے۔ جب تک

توانائی پیدا نہ ہو، اس میں حرکت نہیں ہوتی۔

موٹر سائیکل گھسیٹتے ہوئے پسینے میں شرابور ہوگیا تھا۔ بمشکل پٹرول پمپ تک پہنچا۔ پٹرول ڈلوایا تو یہ پہلے دھکے پر چل پڑی۔

دوست کے گھر پہنچا، اہلِ خانہ سے تعزیت کی پھر دیگر دوستوں پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے بابر سے پوچھا، زاہد نظر نہیں آرہا۔

میں نے بھی نہیں دیکھا، فون کرکے پوچھو کہ کہاں رہ گیا ہے۔ بابر نے کہا۔

جیب سے موبائل فون نکالا تو اس کی بیٹری آخری سانسیں لے رہی تھی۔ فون بند ہونے سے پہلے نمبر ملانا چاہا لیکن ---؟

سیاہ اسکرین کو دیکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ اگر کرنٹ نہ ہو تو موبائل فون نہیں چلتا۔ موٹر سائیکل کی طرح یہ بھی چند پرزوں کے ترتیب میں جمع ہونے کا نام ہے اور اس کی صلاحیتیں توانائی کی وجہ سے قابلِ تذکرہ ہیں۔

نمازِ جنازہ کا وقت قریب تھا۔ بابر سے کہا، فون بند ہوگیا ہے، اپنے فون سے نمبر ملاؤ۔

اتنے میں میت گاڑی آگئی۔ ہم میت لے کر مسجد پہنچے۔ سب نے صفیں باندھیں۔ موسم اچھا تھا لیکن ہجوم کی وجہ سے گرمی بڑھ گئی تھی۔

سوئچ بورڈ پر لگے بٹن دبتے ہی بے جان پنکھوں میں جان آگئی اور وہ ساکن سے متحرک ہوگئے۔

خیال ابھرا کہ زندگی سوئچ بورڈ میں داخل ہونے والے کرنٹ کی طرح ہے۔ کہیں سے توانائی آتی ہے، بے جان وجود میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ کھاتا پیتا، چلتا پھرتا آدمی بن جاتا ہے۔

صفیں درست ہوتے ہی امام صاحب نے بلند آواز سے کہا، چار تکبیر نمازِ جنازہ فرض کفایہ۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا ہوئی اور سب نے باری باری میت کا آخری دیدار کیا۔ ہنستے مسکراتے اور خوش رہنے کی تلقین کرنے والے شخص کے اندر زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔

آدمی کو سننے دیکھنے، ہنسنے بولنے اور چلنے پھرنے کے لئے توانائی چاہئے ورنہ وہ پٹرول کے بغیر موٹر سائیکل، بجلی کے بغیر پنکھا اور چارج کے بغیر موبائل فون کی طرح کل پرزوں کی ترتیب، بے جان اور ناقابلِ تذکرہ ہے۔

میت قبرستان روانہ کی گئی۔ دوست کو لحد میں اتارتے ہوئے خیال وارد ہوا کہ آدمی مٹی سے بنا ہوا لباس ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

قدرت کے کارخانے میں ہر چیز مٹی سے بنتی ہے اور مٹی میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ نباتات ہوں

یا جمادات، حیوانات ہوں یا آدم زاد، سب کے کَل پرزے (اعضا) مٹی سے بنے ہیں اوران کے تقاضوں کی تسکین بھی مٹی سے ہوتی ہے۔

دوست کے جسم پر مٹی ڈالتے ہوئے بابا فریدؒ کا شعر ذہن میں گونجا۔

دیکھ فریدا مٹی کھلی، مٹی اتے مٹی ڈلی

مٹی ہسے، مٹی رووے، انت مٹی دا مٹی ہووے

ترجمہ۔ دیکھ فرید! آج جب بندہ فانی دنیا سے کوچ کر رہا ہے تو مٹی نے لحد بن کر بانہیں کھول دی ہیں اور مٹی سے بنا جسم مٹی میں سما گیا ہے۔ مٹی کے کَل پرزوں سے بنا آدمی ہنستا ہے، روتا ہے اور پھر ایک دن مٹی میں چھپ جاتا ہے۔ جب تک زندہ رہتا ہے، مٹی نظر نہیں آتی اور جب مرتا ہے تو مٹی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

زندگی اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔ گھر آتے ہی موبائل فون چارج پر لگایا۔ ملازمت کی نوعیت ایسی ہے کہ فون کے زیادہ استعمال کی وجہ سے چارج جلدی ختم ہو جاتا ہے۔ کرنٹ اتنی مقدار میں ذخیرہ ہوا کہ فون چل سکے تو میں نے پیغامات دیکھے۔ بیشتر دوستوں کے تھے۔ ایک پیغام یونیورسٹی کی دوست سمیرا کا تھا۔ اس نے فیس بک پر برگر اور پیزا کی تصویریں لگا کر دوستوں کے لئے لکھا تھا کہ میری طرف سے پیزا اور برگر آپ کے لئے۔

سوشل میڈیا کی اپنی اخلاقیات ہیں۔ کسی کی پوسٹ پر تبصرہ نہ کریں تو وہ برا مناتے ہیں۔ میں نے پوسٹ کے نیچے لکھا، واہ! بڑے مزے کا پیزا اور برگر تھا، بہت شکریہ۔

بیوی سے بولا، کھانا لگا دو، تازہ دم ہو کر آتا ہوں۔ واپس آیا تو وہ ہنوز صوفے پر بیٹھی تھی۔ میرے استفہام پر اس نے موبائل کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے فون اٹھایا تو اس نے چکن بروسٹ اور دوسرے کھانوں کی تصاویر بھیجی تھیں۔ ساتھ میں لکھا تھا— اگر آپ پیزا اور برگر آن لائن کھا سکتے ہیں تو آج کھانا میری طرف سے یہاں سے ڈاؤن لوڈ کر لیں۔

سمجھ گیا کہ بیوی کے مزاج بخیر نہیں۔ کھانا ڈاؤن لوڈ کر کے کھانا پڑے گا۔ فون کر کے پیزا کا آرڈر دیا اور لہجہ خوش گوار بنا کر کہا، لو جی! پیزا ڈاؤن لوڈنگ پر لگا دیا ہے، تھوڑی دیر میں دستک ہو گی۔ بیگم کا موڈ اچھا ہو گیا۔ وہ بولی، میں سلاد بنا دیتی ہوں، آپ کو بہت پسند ہے۔ اور باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

میں ایک بار پھر خیالات میں گم ہو گیا۔

ذہن اب تک جسم اور توانائی کے معمے کو حل کرنے کی تگ و دو میں تھا۔ موٹر سائیکل کے انجن میں پٹرول کے جلنے سے دھماکے ہوتے ہیں، ان دھماکوں کی wave length سواری کو متحرک کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح موبائل فون بیٹری میں ذخیرہ کرنٹ سے چلتا ہے۔ پنکھے گرڈ اسٹیشن سے آنے والی بجلی سے حرکت میں آتے ہیں۔ حرکت کے لئے توانائی ضروری ہے پھر آدمی کس بجلی سے چلتا ہے اور کون سی توانائی سے چارج ہوتا ہے؟

صاحبِ مشاہدہ خواتین و حضرات فرماتے ہیں کہ مادی جسم میڈیم (واسطہ) ہے، اسے حرکت میں رکھنے والی توانائی اصل ہے۔

سوچ کا سفر جاری تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی، رائیڈر پیزا لے کر آ گیا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کیا کھانا پینا توانائی ہے یا یہ پٹرول کی مانند ہے جس کی جہدی توانائی* کے جلنے سے شعلہ حرکی توانائی* میں بدلتا ہے تو دھماکا ہوتا ہے جس کے دھکے سے ہم چلتے ہیں؟ کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ ہوا، پانی اور دھوپ سے بھی توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ سب ذرائع ہیں۔

توانائی کا سورس کیا ہے؟

بچپن میں تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک مرتبہ سوئچ بورڈ میں انگلی ڈالی تھی، جاننے کے لئے کہ کرنٹ کیا ہوتا ہے۔ اس سے بلب کیوں جلتے ہیں، فریج اور پنکھے کیوں چلتے ہیں؟

پہلے بجلی کا جھٹکا لگا۔ طبیعت سنبھلی تو اماں نے جھاڑو سے ایسی جھاڑ جھٹک کی کہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ بجلی کا جھٹکا پُرزور تھا یا جھاڑو کی مار۔ قارئین! آپ یہ غلطی نہ کیجئے اور بچوں کو بھی اس طرح کے تجربوں سے دور رکھئے۔

سوئچ بورڈ میں انگلی ڈالنے سے بجلی کے جھٹکے لگے تو معلوم ہوا کہ بجلی میں ارتعاش (وائبریشن) یعنی تحریک ہوتی ہے۔ ہر توانائی ارتعاش پیدا کرتی ہے جس کے جھٹکوں سے گاڑی چلتی ہے۔

بیوی نے آ کر چائے کا پوچھا تو میں نے ہاں کا اشارہ کرتے ہوئے روبوٹ کی طرح موبائل

ہر شے کے اندر توانائی ہے۔ ساکن چیزوں میں موجود توانائی کو جہدی توانائی* یا "پوٹینشل انرجی" کہتے ہیں۔ جب کسی طرح اس میں حرکت کو ظاہر کیا جاتا ہے تو یہ حرکی توانائی* یا "کائینیٹک انرجی" کہلاتی ہے۔

فون کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ اسکرین پر انٹرنیٹ کے سگنل نہیں تھے۔ انٹرنیٹ کی ڈیوائس بند کرکے دوبارہ کھولی تو خیال آیا کہ سگنل کیا ہیں؟

سگنل الیکٹرک کرنٹ (توانائی) ہے جو لہروں کو میلوں میل دور پہنچا دیتا ہے۔ اس کی ویولینتھ میں ہزارہا معلومات (تصاویر + آوازیں) کا بہاؤ ہوتا ہے۔ معلومات کا سلسلہ غیر مرئی تار جن کو لہریں کہتے ہیں، کے ذریعے انٹرنیٹ کی ڈیوائس سے منسلک ہوتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مرئی ہو یا غیر مرئی، کسی شے میں اپنی حرکت نہیں، کہیں سے توانائی آتی ہے اور تحریک پیدا ہوتی ہے۔ یہ تحریک خیال ہے۔ خیال وہ کرنٹ ہے جس سے زمین پر زندگی ہے اور زندگی اطلاع ہے۔ خیال ہی وہ کرنٹ ہے جس کے منقطع ہونے سے جسم بے حرکت ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ میں بھی چلتا پھرتا موبائل فون ہوں جو کسی کے ارادے سے چارج ہوتا ہے۔ میرا پاور اسٹیشن کہاں ہے جہاں سے لہریں (خیال) آکر مجھے کائنات سے منسلک کر رہی ہیں؟ اس انکشاف پر کہ میں جو خود کو آدمی سمجھتا ہوں، موبائل فون ہوں جس کے دماغ کی اسکرین پر لہروں کے ذریعے آواز اور تصویریں ظاہر ہوتی ہیں اور جب لہریں ربط منقطع کرتی ہیں تو میرا جسم یعنی موبائل فون ڈیڈ باڈی ہو جاتا ہے۔

اس نکتے پر پہنچ کر میری کیفیت بدل گئی۔ اس وقت میرے سامنے کائنات بظاہر وائرلیس سسٹم کی طرح تھی۔ بظاہر اس لئے کہ وائرلیس کی اصطلاح سے میں متفق نہیں۔ تانبا مرئی تار ہے تو لہریں غیر مرئی تاریں ہیں جن سے ہم بندھے ہوئے ہیں۔ وائرلیس کا مطلب خود کفیل اور خود مختار ہونا ہے جب کہ کفالت کرنے والی ذات اور مختارِ کُل ہستی صرف ایک ہے۔ میری طرح ہر شے خیال کے ذریعے مختارِ کُل ہستی کے ارادے سے چارج ہوتی ہے۔ سورۃ النور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

اللہ نور السمٰوٰت والارض

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"

؟

مٹی ذرّہ نما مخلوق ہے۔ ہر ذرّے میں خلا ہے۔ خلا میں کھنکھناہٹ ہوتی ہے تو مٹی سنتی ہے، دیکھتی ہے اور بولتی ہے۔ کھنکھناہٹ کیا ہے، کہاں سے آتی ہے، کہاں چلی جاتی ہے اور یہ مٹی میں کس مقام پر موجود ہوتی ہے—؟

کلام — خواجہ غلام فریدؒ

چار دناں دا میلہ دنیا

ویکھ فریدا مٹی کُھلی — مٹی اُتے مٹی ڈُلی
مٹی ہسے مٹی رووے — انت مٹی دا مٹی ہووے
نہ کر بندیا میری میری — نہ اے تیری نہ اے میری
چار دناں دا میلہ دنیا — فیر مٹی دی بن گئی ڈھیری
مٹی نال نہ دھوکا کر توں — توں وی مٹی او وی مٹی
ذات پات دی گل نہ کر توں — ذات بھی مٹی توں وی مٹی
ذات صرف خدا دی اُچّی — باقی سب کچھ مٹی مٹی

چراغ حسن حسرت

الٰہی! میری بھینس کی خیر ہو

عقل اور شاعری میں ہمیشہ سے جنگ رہی ہے اور بھینس کا مقابلہ ہمیشہ عقل سے کیا جاتا ہے۔ چناں چہ آج تک بڑے بڑے دانشور یہ فیصلہ نہیں کرسکے کہ عقل بڑی ہے یا بھینس۔

بھینس کے متعلق یہ عام خیال ہے کہ یہ جانور شعریت سے قطعاً معرّا* ہے۔ سیاہ رنگ، بھاری جسم، بھدّی اور بے ہنگم آواز اور پھر رفتار اللہ کی پناہ۔ یوں تو ہتھنی بیگم بھی جھوم جھوم کے چلتی ہے لیکن اس کی چال میں ایک قسم کی مستی ہے۔ بھینس میں یہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعروں نے محبوب کی رفتار کو ہتھنی کی چال سے تشبیہ دی ہے لیکن بھینس بے چاری کو اس موقع پر بھی یاد نہیں کیا۔

موسیقی کا اثر انسان اور حیوان سب پر ہوتا ہے۔ اونٹ حدی* کی آواز سن سن کر تیز چلنا شروع کردیتے ہیں اور پرندوں کو تو گانا گانے کی وَھت* ہے۔ بندر خود تو نہیں گاتے البتہ آدمی کا گانا سن کر خوش ہوتے ہیں۔

گھوڑے قرنا* کی آواز پر بیخ پا ہوتے ہیں اور تو اور ہم نے گائیں اور بکریوں کو بھی راگ سن کر سر ہلاتے دیکھا ہے لیکن بھینس کے متعلق سب کی رائے یہی ہے کہ اس جانور پر نہ شاعری کا اثر ہوتا ہے نہ موسیقی کا خواہ آپ اسے کوئی کلام سنایئے، بین بجایئے یا ہارمونیم، کیا مجال جوں تک سے مس ہو۔ سر شہاب الدین (قانون دان) پنجابی زبان میں شعر بھی کہتے تھے اور بھینس بھی پالتے تھے لیکن کسی بھینس کو شاعری سے متاثر نہ کرسکے۔

بایں ہمہ* شاعر حضرات مایوس نہیں ہوئے، ان میں بھینس پالنے اور بھینسوں میں شاعری کا

---

* معرّا (خالی۔ عاری) * حدی (عرب شتربانوں کا نغمہ۔ وہ گیت جو شتربان اونٹ ہانکتے ہوئے گاتے ہیں تاکہ اونٹ تیز چلیں۔) * وھت (عادت) * قرنا (بگل، نفیری) * بایں ہمہ (اس کے باوجود)

مذاق پیدا کرنے کے شوق نے بہت ترقی کی۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری، جالندھر کی شعر نواز سرزمین سے ایک بھینس خرید لائے جسے وہ روز "جاگ سوزِ عشق جاگ" پڑھ کر سناتے تھے۔

صاحبِ طرزِ مزاح نگار ملا رموزی بھینس کو شعر سناتے سناتے خود شاعر بن گئے مگر ان کی بھینس سوزِ عشق سے بالکل خالی رہی۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے بھینس خریدی اور اس کے سامنے روز اپنا مشہور گیت "تم آسمان کی طرف نہ دیکھو" حفیظ جالندھری کے انداز میں گاتے۔ صرف اتنا ہوا کہ جب وہ گیت گانا شروع کرتے تو ان کی بھینس کی گردن اٹھ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔

سر شہاب الدین پر اس قسم کے سانحے گزر چکے ہیں کہ بھینس شعر سنتے سنتے رسّہ تڑا کر بھاگی اور جوار کے کھیت میں جا کے دم لیا۔ کھیت کے مالک نے دور سے دیکھا اور ڈنڈا لے کر بھاگا۔ ادھر سے بھینس کا مالک بھی "ہائے میری بھینس" کے نعرے لگاتا پہنچا اور ہنگامہ برپا ہو گیا۔

اسی قسم کے ایک موقع پر سر شہاب الدین نے ایک نظم لکھی تھی جو ان کی پہلی اور آخری اردو نظم ہے۔ ٹھیک یاد نہیں، کچھ اس قسم کے اشعار تھے۔

میری بھینس کو ڈنڈا کیوں مارا
وہ کھیت میں چرنے آئی تھی
پیٹ اپنا بھرنے آئی تھی
کب لڑنے مرنے آئی تھی
میری بھینس کو ڈنڈا کیوں مارا
میری بھینس کو ڈنڈا کیوں مارا

مصیبت یہ ہے کہ بھینس کا ڈنڈے سے گہرا تعلق ہے۔ سب یہی کہتے ہیں کہ جس کی لاٹھی، اس کی بھینس۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس کے اشعار، اس کی بھینس اس لئے اس قسم کے جھگڑوں میں ہمیشہ لاٹھی والے کی فتح ہوتی ہے اور بے چارہ شاعر بھینس اور لاٹھی دونوں کے منہ تکتا رہ جاتا ہے۔

حاجی لق لق (مزاح نگار) پر پچھلے دنوں بھینس کے ہاتھوں قیامت گزر گئی۔ یہ تو اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ حاجی لق لق صاحب نے ایک بھینس پالی اور اس کی خدمت اس تندہی سے کی کہ کوئی اس طرح بزرگوں کی خدمت بھی کیا کرے گا۔

اگرچہ حاجی لق لق صاحب خود "بے چارہ"

ہیں مگر بھینس کے لئے چارہ فراہم کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں ہوئی لیکن پچھلے دنوں اللہ جانے بھینس کے جی میں کیا آئی کہ رسہ تڑا کے بھاگ کھڑی ہوئی اور جوار کے کھیت سے بخطِ مستقیم مویشی خانے (کانجی ہاؤس) جا پہنچی۔ حاجی لق لق دلّی گئے ہوئے تھے۔ آتے ہی واقعہ سنا، کلیجہ دھک سے رہ گیا اور منہ سے بے اختیار نکلا،

الٰہی! میری بھینس کی خیر ہو

ہوش ٹھکانے ہوئے تو مویشی خانہ پہنچے اور بھینس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

مویشی خانہ والوں نے کہا،

صاحب! مویشی خانہ کے قوانین قید خانے کے قاعدوں سے زیادہ سخت ہیں۔ بھینس سے ملنا ہے تو درخواست دیجئے، افسرانِ بالا کو دے دیں گے، وہ چاہے اجازت دیں، چاہے نہ دیں۔

مرتے کیا نہ کرتے، مجبور ہو کر درخواست لکھی اور اعلیٰ افسر کے پاس بھیج دی۔

تیرہ دن گزر گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔

وکیل سے مشورہ کیا تو اس نے کہا، معلوم نہیں آپ کو بھینس سے ملاقات کی اجازت ملے یا نہ ملے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اجازت حاصل کرنے میں پورا سال صرف ہو جائے۔ جرمانہ ادا کر کے بھینس کو چھڑا کیوں نہیں لاتے؟

حاجی لق لق کو یہ بات پسند آئی۔

چناں چہ جرمانہ ادا کرنے کے لئے نہ تو کوئی چندے کی اپیل شائع کی نہ لوگوں سے کہا۔ بس یہ کہتے تھے کہ میری عزیز از جان بھینس کو مویشی خانہ بھجوا دیا ہے۔ جرمانے کی رقم جیب سے ادا کر کے بھینس کو چھڑا لائے۔

سنا ہے کہ بھینس کا جلوس بڑی دھوم دھام سے نکلا۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے اور مصری شاہ کے گلی کوچوں میں "مویشی خانہ ہائے ہائے" اور "میری بھینس کو ڈنڈا کیوں مارا" ان نعروں کے ساتھ اسے پھرایا گیا۔

بھینس شاعر نہیں بن سکتی، شعر فہم نہیں بن سکتی تو کیا ہوا، لیڈر تو بن سکتی ہے۔

بھینس کو شاعری سے اس لئے بھی کوئی تعلق نہیں کہ عقل اور شاعری میں ہمیشہ سے جنگ رہی ہے اور بھینس کا مقابلہ ہمیشہ عقل سے کیا جاتا ہے۔ چناں چہ آج تک بڑے بڑے دانشور یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ عقل بڑی ہے یا بھینس۔

بھینس کا طول و عرض حتیٰ کہ اس کا وزن تک لوگوں کو معلوم ہے لیکن عقل کے حدود اربعہ

کے متعلق صرف دانشوروں میں اختلاف نہیں بلکہ اس کے وزن کا مسئلہ بھی مشتبہ ہے۔ اب تک صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ عقل اور علم کے وزن میں ایک اور دس کی نسبت ہے اسی لئے کہتے ہیں،

یک من علم را، دہ من عقل باید*

علم کا وزن متعین ہو جائے تو عقل کے وزن کا مسئلہ بھی طے ہو سکتا ہے اور عقل کا وزن معلوم ہو جائے تو اس متنازعہ مسئلے کا فیصلہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ عقل بھینس سے بڑی ہے یا بھینس عقل سے۔ بہرحال اس کا فیصلہ ہو یا نہ ہو، اتنا تو ظاہر ہے کہ شاعری سے بھینس کا کوئی تعلق نہیں۔

غالبؔ مرحوم کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھینسوں کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتے تھے لیکن اس شہرت کی بنیاد ان کے ایک دوست عبدالقادر رام پوری کے اس شعر پر ہے،

پہلے تو روغنِ گل بھینس کے انڈے سے نکال
پھر دوا جتنی ہے، کل بھینس کے انڈے سے نکال

(قارئین! شعر کا پس منظر کالم میں پڑھئے۔)

آپ کیا سمجھے؟

ایک دفعہ مولوی عبدالقادر رام پوری نے جو نہایت ظریف الطبع تھے اور جن کا چند روز قلعۂ دہلی سے تعلق رہا تھا، مرزا سے کسی موقع پر کہا کہ آپ کا ایک اردو شعر سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اسی وقت دو مصرعے خود موزوں کر کے مرزا غالبؔ کے سامنے پڑھے۔

پہلے تو روغنِ گل بھینس کے انڈے سے نکال
پھر دوا جتنی ہے کل بھینس کے انڈے سے نکال

مرزا غالبؔ سن کر سخت حیران ہوئے اور کہا، حاشا یہ میرا شعر نہیں۔

مولوی عبدالقادر نے از راہِ مزاح کہا، میں نے خود آپ کے دیوان میں دیکھا ہے اور دیوان ہو تو میں اب دکھا سکتا ہوں۔

آخر مرزا غالبؔ کو معلوم ہوا کہ مجھ پر اس پیرائے میں اعتراض کرتے ہیں اور گویا یہ جتاتے ہیں کہ تمہارے دیوان میں اس قسم کے اشعار ہوتے ہیں۔

(کتاب: یادگارِ غالبؔ)

---

* ایک حصہ علم کے لئے دس حصے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

اقتباسات

"ماہنامہ قلندر شعور" کو گلدستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

شیر اور آدمی کا مقابلہ ہو گیا۔ آدمی شیر کی زبان جانتا تھا۔ شیر کہتا تھا کہ میں طاقتور ہوں اور آدمی کہتا تھا کہ میں طاقتور ہوں۔ شیر نے کہا کہ اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ہو تو مجھے بتائیں کہ کس طرح آدمی شیر سے زیادہ طاقتور ہے؟ آدمی نے جیب سے تصویر نکالی جس میں ایک آدمی شیر کے اوپر سوار تھا۔ شیر حیران تھا اور ساتھ ساتھ سوچ میں گم۔ شیر نے پوچھا، یہ تصویر کس نے بنائی ہے؟ آدمی نے کہا، آدمی کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہے۔ تب شیر نے کہا کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ جس دن شیر کو تصویر بنانا آجائے گی، اس دن آدمی نیچے ہو گا اور شیر اوپر۔ (مرسلہ: معراج شفیق۔ کوئٹہ، کتاب: چشمِ ماروشن دلِ ماشاد)

جب مشکلات اور مصیبتیں آتی ہیں اور آپ ان کو غور سے دیکھیں تو ان کا ایک حصہ بالکل چھوٹا فریکشن ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے لیکن ہم اس دھبّے کو پھیلا کر اتنا وسیع کر لیتے ہیں کہ پھر وہ ہمارے اختیار میں نہیں رہتا اور وہ پھیلا ہوا دھبّا ہمارا حکمران بن جاتا ہے اور جہاں جہاں چاہتا ہے، ہمیں اٹھائے پھرتا ہے۔ اگر اس کے اندر اللہ کی ذات و صفات اور نظامِ زندگی کو جاننے کی آرزو ہے تو پھر اللہ کے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اور اس فریکوئنسی کو حاصل کرنا ہوگا جس فریکوئنسی کو اختیار کر کے ہم زندگی کے نظام اور افعال (صفات) کو سمجھ سکتے ہیں۔

(مرسلہ: لائبہ رزاق۔ ملتان، کتاب: زاویہ)

اسکرین نہ ہو تو ڈسپلے نہیں ہوگا اور خلا نہ ہو تو اسکرین کا تذکرہ نہیں ہوگا۔ یہ جو ذرّہ ذرّہ خلا ہے اس لئے ہے کہ اس میں کوئی بستا ہے۔ بادشاہوں کے بادشاہ اللہ نے اپنی شان نمایاں کرنے کے لئے ہر ذرّے کو خلا بنادیا ہے۔ ہر چیز دیدار کے لئے بے قرار ہے اور یہی بے قراری کشش ہے۔ یہ کشش ہی تو ہے کہ آدمی اس کو پانے کے لئے بادشاہتیں چھوڑ دیتا ہے اور یہی وہ کشش ہے جس کو زینہ بنا کر آدمی وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں خدو خال (dimension) نہیں ہیں۔ (مرسلہ : حنا عبدالرحمان۔ کراچی، کتاب: آوازِ دوست)

کہتے ہیں کہ خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ کوئی کام نہ ہو اور آدمی بے کار بیٹھا ہو تو ذہن بھاری ہو جاتا ہے۔ ذہن بھاری ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فطرت کو خلا پسند نہیں۔ فطرت چاہتی ہے کہ خلا اس کی صفات سے بھرا رہے۔ خلا کی ایک مثال برقی قمقمے کا اندرونی حصہ ہے جو خالی نظر آتا ہے لیکن اس میں ایسی شے موجود ہے جس نے جگہ کا احاطہ کرکے قمقمے کی اندرونی اسپیس کو برقرار رکھا ہے۔ اگر یہ اسپیس ختم ہو جائے تو قمقمہ نہیں رہے گا۔ آدمی کا دماغ بھی اسپیس ہے اور اسپیس خالی نہیں ہوتی ــ کبھی اس میں وسوسے ہوتے ہیں اور کبھی یہ یقین کے نور سے بھر جاتی ہے۔ (مرسلہ : رابعہ سکندر۔ ملتان، ذاتی ڈائری سے اقتباس)

جس طرح آرام دہ لباس نفس کو حلاوت بخشتا ہے، اسی طرح لباس کا رنگ بھی خاص اثر و تاثیر رکھتا ہے اس لئے صوفیائے کرام کو اپنی طبیعت کی افتاد کے مطابق کسی خاص رنگ سے نسبت ہوتی ہے چناں چہ لباس کا رنگ اہلِ طریقت کے حسبِ حال ہوتا ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت وارث علی شاہؒ کا مسلک عشق تھا اور عشاق کی معراجِ کمال فنائے کامل ہوتی ہے اسی لئے اہلِ فنا کو خاک سے خاص نسبت ہوتی ہے جس کا حقیقی رنگ زرد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت وارث علی شاہؒ نے اپنے لباس کے لئے خاص طور پر زرد رنگ پسند فرمایا جسے اہلِ فنا سے خاص نسبت ہے۔ (مرسلہ: نرگس جاوید۔ لاہور، کتاب: آفتابِ ولایت)

بی بی انورادھا

روشن باطن

دماغ سوال در سوال کے بھنور میں تھا کہ نگاہ ایک مرتبہ پھر نورانی وجود پر مرتکز ہوئی اور اندر میں طوفان تھم گیا۔ محسوس ہوا کہ وہ دھاتی پنوں کی مانند ہے جب کہ نورانی وجود مقناطیس کا تمثل ہے جو اسے اپنی جانب کھینچ رہا ہے۔

حادثہ ہولناک تھا—تیز رفتار گاڑی الٹ چکی تھی۔ ایمبولینس کے آتے ہی حفاظتی عملے نے خاتون کو گاڑی سے نکالا اور ابتدائی طبی امداد فراہم کرتے ہوئے اسپتال پہنچایا۔

حادثے کی وجہ سے ٹریفک جام ہو گیا تھا اور راہ گیروں کا ہجوم تھا۔ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں نے لوگوں کو ہٹا کر جائے حادثہ سے شواہد اکٹھے کئے۔ ایک اہلکار کو خاتون کا فون ملا۔ اس نے اہلِ خانہ کو اطلاع دی۔ کرین منگوا کر گاڑی ہٹائی گئی اور سڑک پر ٹریفک کی روانی بحال ہوئی۔ اگلے چند گھنٹوں میں اس سڑک سے گزرنے والے کسی فرد کو گمان تک نہ ہوا کہ کچھ دیر پہلے یہاں حادثہ پیش آیا تھا۔

اسپتال جدید سہولیات سے آراستہ، عملہ اور ڈاکٹر تجربہ کار تھے۔ مریضہ کو آئی سی یو (انتہائی نگہداشت کے یونٹ) میں منتقل کیا گیا۔ ڈاکٹر حیران تھے کہ خوفناک حادثے میں بے ہوش ہونے والی خاتون کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا حالاں کہ انہیں حادثے کی جو نوعیت بتائی گئی تھی، اس کے مطابق گاڑی آگے سے پچک گئی تھی، ایسے میں ایک سے زائد فریکچر نہ ہونا، زخم اور خون نہ بہنا کرامت تھی۔

ڈاکٹروں کی ٹیم نے شبہ ظاہر کیا کہ مریضہ کو اندرونی چوٹیں آئی ہیں۔ ٹیسٹ ہوئے، مختلف مشینوں کے ذریعے اندرونِ جسم کا جائزہ لیا گیا تو اعضا سلامت اور معمول کے مطابق کام کر رہے تھے۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ مریضہ گہری بے ہوشی کے عالم میں ہے۔ ضروری طبی امداد

اور نگرانی کے ساتھ خاتون کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا جانے لگا۔

جس دوران میں خاتون طبی معائنے سے گزر رہی تھی، ایک شخص بدحواسی کے عالم میں اسپتال میں داخل ہوا۔ وہ خاتون کا شوہر تھا۔ اسے بتایا گیا کہ بیوی آئی سی یو میں ہے، جسمانی چوٹ سے محفوظ لیکن بے ہوش ہے۔

جب ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر آئے تو وہ تیزی سے آگے بڑھا اور بیوی کے بارے میں پوچھا۔ ڈاکٹروں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ رپورٹیں ٹھیک ہیں، دعا کریں وہ جلد ہوش میں آجائیں۔

انتظار کے سوا کسی کے پاس چارہ نہ تھا۔

کیا میں اندر جا سکتا ہوں، دیکھ سکتا ہوں؟

اجازت ملتے ہی کمرے میں چلا گیا۔

بیوی کا چہرہ دیکھا— درد کا شائبہ نہ تھا، سکون تھا اور پُرسکون چہرے کے گرد روشن ہالے کی جھلک تھی، بالکل اس کے نام کی طرح۔

اس نے پکارا—نور! آنکھیں کھولو۔ یہ احساس اذیت ناک ہے کہ میں بے بس ہوں اور تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ ہماری چھوٹی دنیا تمہارے واپس آنے کی منتظر ہے۔ ہم مل کر حالات کو بہتر کریں گے، آنکھیں کھولو۔

یقین تھا کہ وہ سرگوشی سن رہی ہے۔

نور کا جسم اسپتال کے بستر پر تھا لیکن اندر موجود روشنی کا پرت اس دنیا سے غافل ہو کر کسی اور دنیا کی طرف متوجہ تھا۔

یہ ایک پُرسکون مقام تھا جہاں ہر منظر گہری خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ماحول پر کہر کی چادر لپٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے یہاں کی فضا اس کے ساتھ چھپن چھپائی کھیل رہی تھی۔

وہ بھول گئی کہ میں کون ہوں اور یہ بھی خبر نہیں رہی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ ہر شے نئے لبادے میں نظر آئی۔ نئی دنیا کے تعارف کے لئے اندر میں چھوٹے بچے جیسا تجسس تھا جو کسی نئی جگہ جا کر ہر منظر سے واقف ہونا چاہتا ہے۔

پرت در پرت کہر سے گزرتے ہوئے کسی شخص کی جھلک نظر آئی۔ وہ جو کوئی تھا، ماحول سے بے نیاز، حالتِ سکون میں بیٹھا ہوا تھا۔ اندر میں کوئی اس شخص کی جانب متوجہ ہو گیا اور اس تک پہنچنے کے لئے قدموں کی رفتار تیز کر دی۔

اچانک دماغ کی اسکرین پر ایک تصویر روشن ہوئی۔ یہ اس دہائی کا منظر تھا جب وہ چھ سال کی

تھی۔ ہاتھ میں بڑا مقناطیس تھا جس کی کشش metal pins کو کھینچ رہی تھی۔ اگلے لمحے منظر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ چھ سال کی کب تھی؟

یہ کون سی جگہ تھی جہاں خود کو دیکھا؟

کیسے علم ہوا کہ مقناطیس کیا ہے؟

دماغ سوال در سوال کے بھنور میں تھا کہ نگاہ ایک مرتبہ پھر نورانی وجود پر مرتکز ہوئی اور اندر میں طوفان تھم گیا۔ محسوس ہوا کہ وہ دھاتی پنوں کی مانند ہے جب کہ نورانی وجود مقناطیس کا تمثل ہے جو اسے اپنی جانب کھینچ رہا ہے۔

نور حیرت سے دوچار تھی۔ وہ کہر سے آزاد فرد تک پہنچنے کے لئے جتنے قدم اٹھا رہی تھی، اسی مناسبت سے کہر پرت در پرت اس کے گرد حلقہ بنا رہی تھی۔ اسی تگ و دو میں ایک مرتبہ پھر چند تصویریں فلم کی ریل کی طرح نگاہوں کے سامنے سے گزریں۔ ان میں سے ایک تصویر جوانی کے دور کی تھی مگر چہرے پر خوشی کی بجائے اضطراب تھا۔ اداسی، غصہ اور بیزاری تھی۔ دیگر تصویریں مختلف کرداروں کی تھیں جو اس کے لئے فکر مند تھے۔ ایک لمحے شناسائی کا احساس ہوتا اور اگلے لمحے محسوس ہوتا کہ وہ کسی کو نہیں جانتی۔ اندر میں ریکارڈ نے بتایا کہ وہ اس کے ماں باپ، بہن بھائی، شوہر اور بچے ہیں۔ یہ رشتہ کب قائم ہوا، وہ ان کو کیسے جانتی ہے اور اب وہ سب کہاں ہیں، کچھ علم نہ تھا۔

خبر تحیرِ عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی\
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی\
چلی سمتِ غیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا\
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہو سو ہری رہی

نورانی ہالے میں موجود فرد سے ملنے کی طلب میں شدت پیدا ہوئی۔ توجہ ان پر مرکوز کر دی۔ یکایک دماغ میں روشن ہونے والے جانے انجانے مناظر رک گئے اور کہر کی پرتیں، وہ جن کے حصار میں تھی، غائب ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر اس نے قدموں کی رفتار بڑھادی۔

اچانک آگ کی سرخ لپٹوں نے اسے ڈھانپ لیا۔ محسوس ہوا کہ آگ ان لپٹوں میں نہیں بلکہ اس کے اندر بھڑک رہی ہے جیسے وہ جلتی ہوئی بھٹی میں گر گئی ہو۔

تصویریں نشر ہونے کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔ دیکھا کہ وہ غصے کی حالت میں ہے اور اس

نے ہر فرد اور شے کے لئے طبلِ جنگ بجا دیا ہے۔ غصے کی آگ سب کچھ جلا کر راکھ کر رہی تھی — روزگار، رشتے ناتے، سکون اور زندگی۔ پھر وہ منظر آنکھوں کے سامنے سے گزرا جس کی وجہ سے وہ اس دنیا میں پہنچی تھی — دیکھا کہ وہ غصے میں تیزی سے گاڑی چلا رہی ہے — آتشِ قہر نے دیکھنے، سننے، سوچنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت کو بھسم کر دیا ہے۔ آواز آئی،

مجھے کچھ نہیں چاہئے،

میں اس کیفیت سے آزاد ہونا چاہتی ہوں۔

یہ اس کی اپنی آواز تھی۔

آخر میں زوردار تصادم کا شور بلند ہوا۔

بھڑکتی ہوئی سرخ لپٹوں کی گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔ آگ کی حدت میں اضافے سے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ جب اندر میں زندگی ڈوبنے لگی تو اس نے توانائی مجتمع کر کے گہرا سانس لیا اور یہ جملے دہرانے لگی،

مجھے کچھ نہیں چاہئے،

میں اس کیفیت سے آزاد ہونا چاہتی ہوں۔

مجھے کچھ نہیں چاہئے،

میں اس کیفیت سے آزاد ہونا چاہتی ہوں۔

چاروں طرف آگ کی دیواریں تھیں۔ اچانک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ بچے کی پکار سن کر نہ جانے کہاں سے اس میں اتنی توانائی پیدا ہوئی کہ وہ آگ کے حصار کو توڑتی ہوئی اس جانب بڑھنے لگی جہاں سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ پرت در پرت آگ کی لپٹوں سے نکل کر بالآخر وہ اس جگہ پہنچی جہاں ایک بچی سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ یہ آگ کے درمیان ایک تاریک جگہ تھی اور بچی کوئی اور نہیں، اس کا عکس تھا۔

ممتا کے جذبات کا غلبہ ہوا اور اس نے بچی کو سینے سے لگا کر بھینچتے ہوئے کہا، ہش ش ش... میں آ گئی ہوں۔ فکر کی بات نہیں، ہم دونوں آگ سے نکل جائیں گے لیکن یہ بتاؤ، تم یہاں پہنچیں کیسے؟

بچی نے اس کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ایک نقطہ پر ٹھہر گئیں۔ اس نے بچی کی آنکھوں میں جھانکا تو کئی جھروکے روشن ہوئے — گھر اور اسکول کا سخت ماحول، اندر میں گھٹن، مذاق اڑانے والے ہم جماعت — جسم ماضی کے تجربات سے زخم زخم تھا۔ بچی روز آگ بجھاتی تھی یہاں تک کہ ایک دن آگ بجھانا چھوڑ دی اور خود آگ بن گئی۔ خود کو بچانے کے لئے اپنے

گرد آگ سے بنی دیواریں کھڑی کردیں اور باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ چھوڑا۔

بچی کو بانہوں میں لیا اور سرگوشی کی،

''آج سے پہلے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ درد سے آزاد ہونے کا متبادل اور محفوظ طریقہ موجود ہے لیکن اب ہم نے جان لیا ہے۔ آگ میں آگ جمع کرنے سے گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے اور نقصان دگنا ہوجاتا ہے۔ اگر ہم اپنی توجہ اس شخص پر مرکوز کردیں جو ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بن کر ہماری زندگی میں آتا ہے اور ہمیں آگ سے بچانے کی صلاحیت رکھتا ہے تو زندگی — زندگی سے مل جائے گی۔''

بچی خاتون کی گود میں تھی۔ اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے توجہ نورانی ہالے میں محفوظ انسان پر مرکوز کردی۔ یہ خیال کہ یکسوئی جتنی بڑھے گی، آگ کی لپٹیں اتنی تیزی سے بجھتی جائیں گی، پر عمل کرتے ہی تصور میں نشر ہونے والے تمام مناظر اوجھل ہوگئے۔ اس کے ساتھ بچی اور آگ بھی غائب ہوگئی۔

اب وہاں ماضی کا کوئی منظر نہیں تھا۔

سامنے نورانی بزرگ موجود تھے۔

ان تک پہنچنے کے لئے رکاوٹ دور ہوگئی تھی۔

زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کا عکس جب اس کے دل پر پڑا تو دل کی سطح گرد سے پاک ہوکر شفاف آئینہ بن گئی اور آگہی درجہ بہ درجہ منعکس ہونے لگی۔ یوں کہئے کہ آگہی کی تہ تک جانے والا راستہ کھل رہا تھا اور اس نے جان لیا تھا کہ نورانی ہالے میں موجود فرد کون ہے۔

یہ روحانی استاد تھے جو اللہ کی مخلوق کو روح کی گہرائیوں سے آشنا کرتے تھے۔

سکون کی لہر اندر میں اتر گئی۔

خود سے کہا، یہ وہ مہربان بزرگ ہیں جو میری زندگی کے سفینے کو فریب کی لہروں کے درمیان سے بحفاظت گزاریں گے۔ اگر میرا رخ گرداب کی طرف ہوگیا تو یہ سفینے کا رخ صراطِ مستقیم کی جانب کردیں گے۔

اگلے لمحے ماضی کا وہ دریچہ کھلا جس میں اُس دنیا (مٹی کی دنیا) میں روحانی استاد سے ملاقات کے مناظر تھے۔ پُرآشوب حالات میں ان کی راہ نمائی خوش نصیبی تھی۔ وہ ہمہ وقت پاس تھے، تربیت کرتے تھے، دوراہے پر منزل کو جانے والی راہ کی جانب اشارہ کرتے تھے۔ روحانی استاد

ملنے کے بعد میں نے ان کو ترجیح کیوں نہیں دی؟ اگر ان کی تعلیمات اور آواز کو فوقیت دی ہوتی تو فریب کے بھنور میں نہ پھنستی۔

آنسو چھلک کر نورانی بزرگ کے قدموں میں گرے۔ اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں پوچھا، کیا میں امتحان میں ناکام ہوگئی ہوں؟

بزرگ کی لہریں گویا ہوئیں،

"پیاری بیٹی نور! میں نے تمہارا امتحان نہیں لیا، یہ تم ہو جو اپنی کمزوریوں کا امتحان لیتی ہو اور یہ تمہاری انا ہے جو تمہیں اپنے خود ساختہ امتحانوں میں ناکام کر دیتی ہے۔ اگر تم بہتے ہوئے پانی کی طرح رہو تو آگ تمہیں چھو نہیں سکتی۔ وقت آگیا ہے کہ زندگی کی وہ طرز اختیار کرو جو صراطِ مستقیم ہے۔"

نور کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

خود کو اسپتال میں بستر پر دیکھا۔

ڈاکٹر! اس کا شوہر خوشی سے چلایا۔

نور کو ہوش آگیا ہے۔

خاندان پر مسرت کے بادل چھاگئے۔

زندگی کا دوسرا امتحان شروع ہو چکا تھا۔

مخفی رشتہ

ہر مخلوق کا ہر فرد جس طرح زمین کو دیکھتا ہے اس طرح آسمان کو بھی دیکھتا ہے۔ زمین پر دیکھتا ہے تو اسے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ زمین کے اندر دیکھتا ہے تو معدنیات کا سراغ ملتا ہے۔ ذہن پانی میں اتر جاتا ہے تو پانی کی مخلوق کا ادراک ہوتا ہے۔ کوئی صاحبِ فہم انسان پانی کی مخلوق کے بارے میں تفکر کرتا ہے تو اس کے اوپر عجائبات کی دنیا کھل جاتی ہے۔ چھوٹی مچھلی ایک انچ سے بھی کم اور بڑی وہیل مچھلی، گھونگے، مرجان سیپ کے پیٹ میں موتی، sea food وغیرہ سمندر کی مخلوق ہیں۔

جب انسان کی نظر زمین کے گرد و نواح سے نکل کر آسمان کو دیکھتی ہے، آسمان میں دس ہزار ستاروں پر پڑتی ہے تو انسان ستارے کے بشریٰ کو دیکھتا ہے۔ ستارے اس کو نہیں روکتے کہ مجھے نہ دیکھو، چاند بھی منع نہیں کرتا کہ مجھے نہ دیکھو۔

تصوف کی دنیا میں اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ کائنات میں ہر مخلوق دوسری مخلوق سے مخفی رشتہ میں بندھی ہوئی ہے۔

(کتاب: احسان و تصوف)

تجمل
Tajammal
TRAVELS (PVT) LTD.

IATA
ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تجمل للسفریات (الخاصه) المحمدوده

ویزہ +
ایئرلائن ٹکٹ

ہوٹل + زیارات
ٹرانسپورٹ

عمرہ سروس

بجٹ پیکج
اکانومی پیکج

5
ہوٹل کی
بکنگ

ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

شبعة تی ایچ اے ⟨THA⟩ لتطور الامور تتعلق بالعمال/الموعطفين الاجانب

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
⟨خصة تسعة:۴۱۸۹/ایل ایچ آر

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa

thaoep1@gmail.com

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر
ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع

رانا تجمل حسین
CEO

+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904

Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰسٓ شریف، قرآن کریم کا مکمل نسخہ اور ۳۰ سپاروں کا سیٹ

دیدہ زیب سرورق کے ساتھ ساتھ اندرونی صفحات میں
خوب صورت ڈیزائن کردہ خط (font)
جس میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ آیات بآسانی پڑھی جاسکیں۔
زیادہ سے زیادہ لوگوں میں ایصالِ ثواب کے لئے تقسیم کیجئے۔

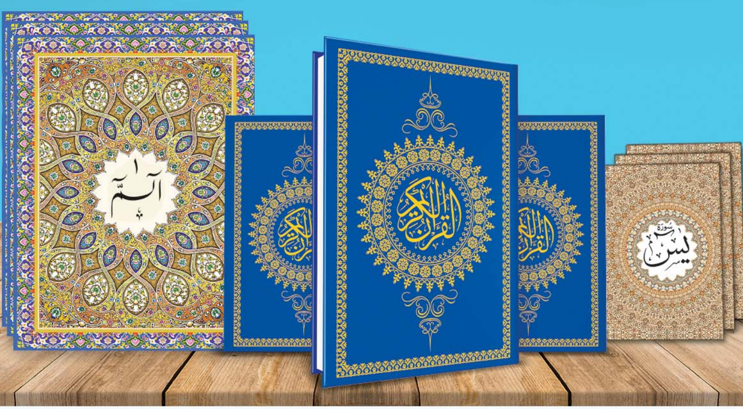

ملنے کا پتہ:
عظیمی محلّہ، سیکٹر 4-C، سرجانی ٹاؤن، کراچی، پاکستان۔

+92-(0)21-36417843
+92-(0)305-4435207

عظیمی
عظیمی یونیورسٹی پریس®
AZEEMI UNIVERSITY PRESS

محمد عدنان خان

پورب کے ہم زاد

رنگ و چمن، عروج و زوال، عشق و مستی اور فنا و بقا کے رنگوں سے معمور صدیوں پر محیط داستان جس کی مکانیت تبت کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر ٹیکسلا کی سرسبز وادیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

ردا کو ٹیکسلا میں صدیوں پرانے کشان دورِ حکومت کا شہزادہ ملا جو اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شہزادے سے دور رکھنے کے لئے مکروہ صورت بوڑھا بجر والال سامنے آیا اور پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ ایک بزرگ نے ردا کی راہ نمائی کی۔ اس دوران وہ ایک حادثے میں کوما میں چلی گئی۔ اسپتال میں اس کے اندر سے روشنی کا پرت نکلا اور ماضی میں سفر کرتے ہوئے ہزاروں سال پہلے کے تبت میں داخل ہوا جہاں پہاڑ پر عبادت گاہ اس کا مسکن بنی۔ ردا سے پہلے یہاں بزرگ خاتون رہتی تھیں جو شہزادے کی وجہ سے علاقہ چھوڑ کر اپنے استاد کے پاس تبت آگئیں۔ وہ کم عمر تھیں مگر کرامات کی وجہ سے لوگوں میں بزرگ خاتون کے نام سے مشہور ہوگئیں۔ شہزادہ ان کی تلاش میں نکلا۔ لچھاوی اور راجا پدل نے دونوں کو جان سے مارنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ بزرگ خاتون نے کچھ عرصہ نالندہ میں بھی قیام کیا۔ نالندہ یونیورسٹی جلنے کے بعد شہزادے نے سمجھا کہ دل کی دنیا ویران ہوگئی ہے۔ وہ تبت میں استاد یوگدیپ کے پاس آیا جنہوں نے ریاضت کے لئے غار میں بھیج دیا۔ غار میں ریاضت کے کچھ عرصے بعد شہزادے کی باطنی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بزرگ خاتون زندہ ہیں۔ وہ میکانکی انداز میں اٹھا اور غار کی رکاوٹیں ہٹا کر باہر آگیا۔ ادھر جوبی پہاڑ پر ردا کے قیام کی مدت ختم ہوئی اور وہ نامعلوم مقام کی طرف عازم سفر ہوئی۔

ہم خود کو بااختیار سمجھتے ہیں لیکن زندگی کا ہر لمحہ ہماری بے اختیاری کو ظاہر کرتا ہے۔ بزرگ خاتون سے شادی کی شہزادے کی خواہش پوری ہوگئی تھی لیکن عمر بھر کا ساتھ نصیب نہ ہوسکا اور وہ نکاح کے چند گھنٹوں بعد مکار دشمنوں کا ہدف بن گیا تھا۔

لچھاوی کے سپاہی شہزادے کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ مالیگا شدید زخمی حالت میں اس کی ڈھال بنا ہوا تھا، اس کے گرتے ہی ہوا کا زوردار جھکڑ چلا اور یکایک بگولے میں تبدیل ہوگیا۔

بادشاہ کنڈل کنڈ فیرز آندھی طوفان کی طرح سپاہیوں کے ہمراہ میدانِ جنگ میں داخل ہوا اور وہ گھمسان کا رن پڑا کہ دشمن کا ایک سپاہی نہ بچا۔ ہوا کا بگولا میدان میں موجود شیاطین کو لپیٹتا ہوا فضا میں بلند ہو کر تحلیل ہو گیا۔

بادشاہ کنڈل کی نظر خون میں تربیٹے پر پڑی تو وہ بدحواس ہو کر چیختا ہوا اس کی طرف دوڑا اور گھٹنوں کے بل جھک کر اس کا جسم ٹٹولا، سانس کی آمدورفت دیکھی تو شدت سے اسے پکارا۔

جنگ کے بعد میدان کا منظر یہ تھا کہ بادشاہ کنڈل بیٹے کا سر گود میں رکھے زمین پر بیٹھا تھا۔ شہزادہ جے ونت کی سانسیں مدہم اور چہرہ بزرگ خاتون کے حجرے کی سمت تھا۔ نہ وہ باپ کی طرف دیکھ رہا تھا نہ آنکھوں کی پتلیوں میں جنبش تھی پھر ـــ ایک ہچکی کے ساتھ گردن ڈھلک گئی۔

میرے (ردا) اوسان خطا ہو گئے۔ ذہن بزرگ خاتون کی طرف گیا تو ان کا کمرا خالی نظر آیا۔ پروں کی زور دار پھڑپھڑاہٹ سے توجہ اس طرف گئی ۔ راہو، کاہو اور مالیگا کے ہمراہ کچھ لوگ سنہرے پروں والے مردانِ غیب کے ہمراہ پرواز کرتے دکھائی دیئے۔ نظر واپس جے ونت کی طرف آئی تو مٹی کا جسم زمین پر تھا لیکن اس میں سے ایک پرت نکل کر دھرمارا جیکا کی سمت جلی ہوئی پگڈنڈی کی طرف جا رہا تھا۔

بادشاہ کنڈل کنڈ فیرز ملکہ اور ولی عہد کا صدمہ برداشت نہ کر سکا۔ فضائے بسیط سے اترنے والے اندھیرے نے اجڑے ہوئے میدان کو چھپا دیا لیکن اس کرب پر پردہ نہ ڈال سکا جو فضا میں سرایت کر چکا تھا۔ رات آتے ہی میدانِ جنگ کا منظر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

آنکھ کھلی تو میں مراقب تھی۔ چہرہ آنسوؤں سے تر اور دل درد سے بوجھل تھا۔ طالب علموں کو کمروں میں بھیجا جا چکا تھا البتہ چنشو موجود رہے۔ تکلیف ان کے چہرے سے بھی عیاں تھی۔ آہ بھرتے ہوئے آزردہ لہجے میں بولے،

"لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔ کاش شہزادہ بھی یہاں سے چلا جاتا۔ اس نے ایک اور کٹھن راستے کا انتخاب کیا ہے۔ حکمرانی آسان نہیں۔ حاکم کے کاندھوں پر رعایا کا بوجھ ہوتا ہے۔"

چنشو کے لہجے سے الجھن عیاں تھی۔ جو ہوا تھا، انہیں اس کا قطعی اندازہ نہیں تھا۔ وہ بزرگ خاتون کے لئے بھی فکر مند تھے۔ وہ کہاں گئیں،

معلوم نہ ہو سکا۔

میں چنشو کے ہمراہ چلتے ہوئے درس گاہ کے احاطے سے باہر آگئی۔ وہ میری کیفیت سے آگاہ تھے۔ میں صدمے میں تھی۔ محسوس ہوا کہ دنیا ویران ہو گئی ہے۔ میرے وہ عزیز بچھڑ گئے تھے جن کے ساتھ میں نے کشان سلطنت اور جوبی پہاڑ میں وقت گزارا تھا۔ بزرگ خاتون اور شہزادے کے لئے دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ آنسو بار بار پلکوں کے حصار سے باہر آجاتے۔ شہزادے سے ہمدردی اپنی جگہ، اس کی کسمپرسی پر افسوس اپنی جگہ۔ بزرگ خاتون جو بچپن میں ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو گئی تھیں اور زندگی تنہا گزاری، ایک مرتبہ پھر اپنے کو کھونے کی اذیت سے دوچار ہو گئی تھیں۔ اگرچہ ان کا صبر پہاڑ کی مانند اور حوصلہ سمندر تھا مگر اپنے عزیز کو کھونے کا غم سہنا آسان نہ تھا۔ نہ جانے وہ کہاں اور کس حال میں ہوں گی۔

میری بے کلی عروج پر تھی۔ دل بے قابو اور آنکھیں غمناک تھیں۔ اگلی منزل کی کوئی خبر نہ تھی۔ چنشو جانتے تھے کہ میں کس کرب سے گزر رہی ہوں، شفقت سے کہا،

"روحانی فرد زمانے کے نشیب و فراز سے گزرتا ہے، جذبات اور احساسات سے متاثر ہوتا ہے لیکن وہ مشکل اور آسانی دونوں کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر صبر اور حوصلے سے کام لیتا ہے۔ جہدِ مسلسل اس کا خاصہ ہے۔ اپنی اصل سے وابستہ رہو، منزل دور نہیں۔"

چنشو نے بات ختم کی تھی کہ چٹان کی اوٹ سے کوئی بر آمد ہوا۔ شناخت ہوتے ہی دھچکا لگا۔ یہ وہ بوڑھی خاتون تھیں جن کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہکتی تھیں، جن سے ملاقات کے لئے بزرگ خاتون رائے بریلی کے ایک گھر میں رکی تھیں اور ایک مرتبہ انہوں نے مجھے کسی جشی سے بھی بچایا تھا۔ میں حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ چنشو کی ان پر نظر پڑی تو وہ باادب ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے۔

وہ کڑک دار آواز میں بولیں، تھیلا کہاں ہے؟ لڑکی کے حوالے کرو۔

چنشو حکم ملتے ہی فوراً اندر گئے۔

پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئیں، تمہاری روانگی کا وقت قریب ہے۔ منزل تمہاری منتظر ہے۔

اتنے میں چنشو تھیلا لئے واپس آگئے۔ یہ وہی تھیلا تھا جو گورکھا ہل کی مہم سے واپسی پر کھو کے

بیٹے طالام اور بیوی گیتی کے ہمراہ بھیجا گیا تھا۔ اس میں پچھاوی کے بیٹے دندان کا حنوط شدہ ہاتھ تھا۔ تھیلا میری تحویل میں آتے ہی بوڑھی عورت نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں انجانے سفر پر روانہ ہوگئی۔ جاتے ہوئے مڑکر چنشو پر الوداعی نظر ڈالی، انہوں نے ہاتھ ہلا کر اللہ حافظ کہا۔

بوڑھی خاتون چٹان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ کافی آگے جا کر جھاڑیوں میں چھپے غار کے دہانے میں داخل ہوگئیں۔ ان کے ہاتھ کے لمس کے سوا کچھ دکھائی دیا نہ محسوس ہوا۔ بس گھٹا ٹوپ اندھیرا اور گہرا سکوت تھا۔ گھٹن کا ذرا احساس نہ تھا۔

میں روبوٹ کی مانند ان کے پیچھے چل رہی تھی۔ ان کی تیز رفتاری کی وجہ سے میرا سانس پھول گیا تھا۔ کافی دیر بعد ایک روشن نقطہ نظر آیا۔ مزید آگے جانے پر جب غار کا دہانہ واضح ہوا تو ہاتھ پر سے بوڑھی خاتون کے ہاتھ کا لمس غائب ہوگیا۔ میں جہاں تھی، وہیں رک گئی۔

اندھیرے میں ڈوبے غار میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ خوف کی لہریں جسم سے گزر گئیں۔ غار کے دہانے کی جانب دوڑنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اندھا دھند دوڑ لگادی جیسے بلائیں میرے تعاقب میں ہوں۔

آگے بڑھنے پر روشنی واضح ہوتی گئی اور چند منٹوں میں فلک بوس سرسبز چوٹی پر واقع غار کے دہانے سے باہر آگئی۔ سامنے نئی دنیا تھی۔

نئے زمانے کے ساتھ سرسبز پہاڑوں میں گھرا یہ علاقہ بہت خوب صورت تھا۔ درمیان میں وسیع رقبے پر پتھروں کو مہارت و نفاست سے تراش کر حسین گھر بنائے گئے تھے۔

یادداشت کے اوراق تیزی سے پلٹ رہے تھے کہ دماغ کی اسکرین پر لاطینی امریکا کے ملک پیرو میں واقع "اِنکا تہذیب" سے وابستہ شہر "ماچو پیچو" کے کھنڈرات کا نقشہ ابھرا۔ اس کے متعلق میں نے ایڈن برگ یونیورسٹی میں بہت کچھ پڑھا تھا۔ جن بزرگ کی وساطت سے میں ماضی میں سفر کر رہی تھی، انہوں نے بھی ماچو پیچو کا ذکر کیا تھا۔ گویا شہزادے کے کچھ معاملات "اِنکا تہذیب" سے وابستہ تھے جنہیں جاننے کے لئے مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔

میرے سامنے اِنکا تہذیب کا جیتا جاگتا شہر ماچو پیچو تھا۔ تاریخ دان اس شہر کے اسرار سے پردہ اٹھانے کے لئے مسلسل تحقیق کر رہے ہیں

مگر بات اب تک قیاس سے آگے نہیں گئی۔

سطحِ سمندر سے تقریباً سات ہزار فٹ بلندی پر واقع اس شہر کی بنیاد چودھویں صدی عیسوی میں رکھی گئی۔ وجہ وہ منصوبہ بندی تھی جس کے شریک شہنشاہ پاچاکوتی، اس کا کاہنِ اعظم کوپ ایبزا اور پاچاکوتی کا غلام جن قرقوق تھے۔

بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا جانے والا یہ شہر جس تک رسائی اُس دور میں بہت مشکل تھی، اس کے قیام کے خاص مقاصد تھے۔ ایک بڑا مقصد بیرونی حملہ آوروں سے بچاؤ کے ساتھ مخفی علوم کی ترویج تھا۔

پاچاکوتی نے تبت کی فلک بوس چوٹیوں میں روحانی علوم کے حصول کی غرض سے کچھ وقت گزارا تھا۔ یہ چودھویں صدی عیسوی کا زمانہ یعنی شہزادہ جے ونت کے چودہ سو سال کے بعد کا دور تھا جب پاچاکوتی تبت پہنچا تھا۔ اس دوران اس نے ٹیکسلا کے بھی دورے کئے۔ ریاضت کے دوران اس کی ملاقات دھرماراجیکا میں شہزادہ جے ونت کے ہم زاد سے ہوئی۔ اس کے متعلق تجسس پیدا ہوا اور پھر تحقیق در تحقیق سے شہزادے کی کہانی اس پر کھلی۔ تبت میں روحانی تعلیم جاری تھی کہ اسے پیرو میں واقع اپنے شہر کسکو (Cusco) واپس جانا پڑا۔

تبت میں تربیت کے دوران مذہب سے متعلق پاچاکوتی کے رجحانات اور عقائد تبدیل ہونے لگے۔ وہ بنیادی طور پر اِنکا تہذیب سے تعلق رکھتا تھا جو بیک وقت کئی دیوتاؤں کو مانتے تھے۔ چوں کہ تعلیم نامکمل تھی اس لئے واپس جاتے ہوئے خواہشات کے گرداب میں ایسا پھنسا کہ شیاطین کا آلۂ کار بن گیا۔

پاچاکوتی کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ اس کا باپ ویرا کوچا اِنکا تہذیب کا آٹھواں حکمران تھا۔ جب حکمرانی کا ہما* اس کے سر پر پہنچا تو وہ اپنے خوابوں کی تکمیل میں جت گیا اور ماچو پچو شہر کی بنیاد رکھی۔

بادشاہ پاچاکوتی ایسا ہائبرڈ مخلوط سسٹم بنانا چاہتا تھا جو تمام صلاحیتوں کے ساتھ مخفی علوم کے حصول کا ذریعہ ہو۔ وہ تبت کی سختیاں دیکھ چکا تھا، اس کے کئی دست راست تھے مگر جو قربت

*ہما (ایک پرندہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی کے سر پر سایہ کرتا ہے تو اسے بادشاہت ملتی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ خیالی پرندہ ہے جس کا ذکر محض قصے کہانیوں میں ہے۔)

کوپ ایبزا اور قرقوق کو ملی، وہ کسی کو نہ تھی۔

قدیم دور کے جدید شہر کی جانب قدم بڑھ رہے تھے۔ داخلی گزرگاہ پر محافظ تعینات تھے جنہیں دیکھ کر میں محتاط ہوگئی۔ خیال تھا کہ مجھے اندر جانے سے روکا جائے گا مگر اندازہ ہوا کہ میں انہیں نظر نہیں آرہی۔ قریب جاکر اس کی تصدیق ہوگئی۔ ان کی پھرتی سے محسوس ہوا کہ وہ کسی حد تک میری موجودگی محسوس کر رہے تھے۔ ایک محافظ تیزی سے دیو ہیکل گھنٹے کی طرف دوڑا تو میں نے بھی وقت ضائع کئے بغیر اندر کی سمت دوڑ لگادی۔ پیچھے ہلچل محسوس ہوئی پھر گھنٹا بجا مگر میں اندر داخل ہوچکی تھی اور ان کی پہنچ سے دور تھی۔

یہاں دو طبقات تھے۔ ایک طبقہ امرا کا تھا۔ دوسرا طبقہ مخفی علوم سے وابستہ لوگوں کا تھا۔ میں تیزی سے سن نامی عبادت گاہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میرے لئے یہ بات آسانی کا سبب تھی کہ مخفی علوم سیکھنے اور سکھانے والوں نے مخصوص رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ اساتذہ کے لباس کی بناوٹ میں معمولی فرق تھا۔ یہ چیز مجھے آگے بڑھنے میں مدد دے رہی تھی۔

عبادت گاہ کے عقب میں امیر کبیر بوڑھے میاں بیوی کی رہائش گاہ تھی۔ یہ جگہ رہنے کے لئے بہت مناسب لگی۔ حسنِ اتفاق تھا یا گھر کی بناوٹ اس طرح تھی کہ اس کی ایک کھڑکی سے عبادت گاہ میں ہونے والی سرگرمیوں کو کسی حد تک دیکھا اور سنا جاسکتا تھا۔

جب میں گھر کا جائزہ لے رہی تھی تو پاچا کوتی اپنے نائب کوپ ایبزا کے ہمراہ عبادت گاہ میں موجود تھا۔ ان کی گفتگو میں بار بار جے ونت کا نام آرہا تھا۔ میں خبردار ہوگئی تھی۔ وہ یہاں کی مقامی زبان Qechua میں گفتگو کر رہے تھے۔

آرکیالوجی (علمِ آثار قدیمہ) میں قدیم زبانوں پر ایک مکمل کورس ہے جو ڈاکٹریٹ سے پہلے کرنا ضروری ہے۔ اس کو پڑھ کر آدمی کی ان زبانوں پر دسترس حاصل نہیں ہوتی لیکن تحقیق و تلاش کے دوران مدد ضرور ملتی ہے۔

میں تعلیم کے دوران یہ کورس کرچکی تھی اس لئے قدیم زبانوں سے تھوڑی بہت شد بد رکھتی تھی۔ ان کی گفتگو سمجھ میں آرہی تھی۔

(قسط: ۴۶)

سرورق کی تشریح

"ماہنامہ قلندر شعور" مارچ 2023ء کے سرورق پر جس روحانی قانون کی منظر کشی کی گئی ہے، غور و فکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قانون کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مظہر کی بنیاد ہے۔ کُن فیکون کا طرز عمل ہے اور گہرے تفکر کا متقاضی ہے۔

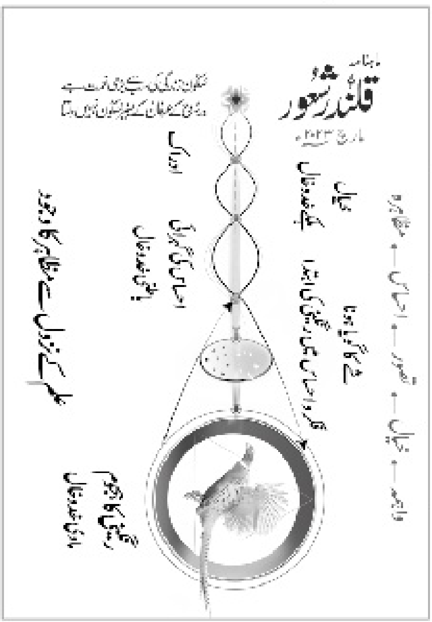

سرورق پر سب سے اوپر ایک نقطہ ہے جسے نقطۂ ماسکہ (focal point) بھی کہہ سکتے ہیں۔ غیب سے آنے والی ماورائی لہر یا اطلاع دماغ کی اسکرین پر اس نقطے سے ٹکرا کر نشر ہو رہی ہے۔ نشر ہونے سے مراد لہر میں موجود اطلاعات decode ہونے کا عمل ہے۔ نقطہ سے ایک سفید لکیر سیدھ میں آگے بڑھ رہی ہے اور سمت ظاہر کرنے کے لئے اس پر تیر کا نشان موجود ہے۔ یہ لکیر لہر کی حرکت کی سمت کا تمثل* ہے۔

پہلا نقطہ جس سے لہر نشر ہو رہی ہے، اس کا رنگ جامنی ہے۔ یہاں سے لہر آگے بڑھتی ہے۔ نصف طولِ موج کے فاصلے پر دوسرا نقطہ موجود ہے۔ یہ نقطہ وسطی لکیر پر جو لہر کی حرکت کا اوسط ہے، موجود ہے۔

باقی سارے نقاط بھی اسی لکیر پر موجود ہیں۔

---

* تمثل (اظہار)

تحقیق و تلاش (سائنس) کے طالب علم جانتے ہیں کہ لہر اپنے اوسط سے دائیں بائیں ایک جیسے فاصلے تک پھیلتی ہے۔ پھیلاؤ کو لہر کا حیطہ* کہا جاتا ہے۔ لہر کا نقطۂ انشراح سے چل کر ایک نشیب اور ایک فراز کا فاصلہ طے کرنا لہر کی اکائی* ہے۔ تصویر میں لہر کے طرز عمل اور حرکت کی پوری وضاحت ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ لہر حرکت کرتے ہوئے ایک نشیب اور ایک فراز کے دوران وسطی لکیر سے گزرتی ہے اور گزرنے کا مقام ایک نقطہ ہے۔ یہاں پر چھ نقطے ہیں۔

۱۔ لہر پہلے جامنی نقطے سے نیلے نقطے میں داخل ہوتی ہے۔ جامنی نقطے کے ساتھ کوئی وضاحت درج نہیں۔ سمجھ میں یہ آتا ہے کہ پہلے نقطے پر اطلاع کا دباؤ اتنا ہلکا ہے کہ شعور ادراک نہیں کرتا۔

۲۔ لہر ایک قدم آگے بڑھتی ہے اور وسطی لکیر کو کاٹتی ہے — دوسرا نقطہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں پر ادراک کا لفظ درج ہے جس کا مطلب ہے کہ شعور نے لہر میں موجود اطلاع کا بہت ہلکا عکس قبول کیا ہے یعنی عکس میں خدوخال ابھی واضح نہیں۔

۳۔ اگلے قدم پر سبز رنگ کا نقطہ ہے جس کے ساتھ لکھا ہے، "خیال — ہلکے خدوخال"۔ الفاظ سے واضح ہے کہ لہر میں اطلاع کے خدوخال مزید ظاہر ہوئے ہیں۔ اطلاع کا ایک ہلکا سا خاکہ بن جاتا ہے۔

۴۔ اگلے قدم پر لہر زرد رنگ کے نقطے سے گزرتی ہے۔ یہاں لکھا ہے، "احساس کی گہرائی: باطنی خدوخال"۔ اس مرحلے پر اطلاع کی تفصیلات واضح ہونا شروع ہوتی ہیں۔ اگر پرندے کی اطلاع ہے تو پرندے کی شکل و صورت اور خدوخال اتنے واضح ہوتے ہیں کہ بتایا جاسکتا ہے کہ کون سا پرندہ ہے۔ اس کا رنگ کیا ہے، یہ ابھی سامنے نہیں آیا۔

۵۔ لہر نارنجی نقطے سے گزرتی ہے جس پر عدسہ* بنا ہے۔ عدسہ بینائی* کی علامت ہے اور یہ منشور* کے طور پر بھی عمل کرتا ہے۔ لہر منشور میں سے گزرتی ہے اور رنگ یا خدوخال ظاہر کرتی ہے۔ اس مرحلے پر لکھا ہے — "شے کا گویا ہونا، فکر، احساس میں رنگینی کی ابتدا۔" گویا ہونا شے میں چھپے ہوئے رنگ کا مظاہرہ ہے۔

---

* حیطہ (amplitude) * اکائی (unit) * عدسہ (lens) * بینائی (vision) * منشور (Prism)

۲۔ بصریات کی سائنس عدسوں کی ایک خصوصیت یہ بتاتی ہے کہ ان کا ایک نقطۂ ماسکہ ہوتا ہے جس پر عدسے سے گزرنے والی شعاعیں اکٹھی ہو کر شبیہ بناتی ہیں۔ اس نقطۂ ماسکہ کو سرخ رنگ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اس مقام پر تصور میں موجود تصویر مادی قالب میں ظاہر ہوتی ہے — پرندہ نظر آتا ہے جس کے متنوع رنگ اور مخصوص خدوخال ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرواز کی تیاری کر رہا ہے۔ اس کے گرد رنگین ہالے سے ظاہر ہے کہ مادی وجود کی بنیاد رنگین روشنیاں ہیں۔

سرورق پر اس جگہ یہ الفاظ درج ہیں — رنگینی کا ہجوم مادی خدوخال۔

غور و فکر کے دوران ذہن میں کئی سوالات آئے۔

۱۔ تخلیط* کے کئی رنگ ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

۲۔ نقطوں کے مخصوص رنگ کیوں ہیں؟

۳۔ چھ لطائف میں ہر لطیفہ کے منفرد رنگ کی وجہ کیا ہے؟

۴۔ آدمی کو پیاس لگتی ہے اور خیال کی تکمیل میں پانی پیتا ہے۔ وہ غور و فکر کرتا ہے کہ خیال کہاں سے آیا؟ کیسے آیا اور خیال کے مظہر بننے تک مراحل کیسے طے ہوئے؟

۵۔ دماغ — خیال کے مظاہرے کے لئے اسکرین ہے۔ فرد خیال قبول کر کے اس کی طرف متوجہ رہتا ہے تو خیال مختلف مراحل سے گزر کر مظہر بنتا ہے۔ اگر فرد خیال کو قبول نہ کرے تو کچھ نہیں ہوتا پھر جو کچھ ہم کائنات میں دیکھتے ہیں، وہ سب کیا ہے؟

۶۔ اطلاع مظہر بننے تک مشین (دماغ) سے کیوں گزرتی ہے؟

(تشریح: مکمل مینا)

---

* تخلیط (مادہ)

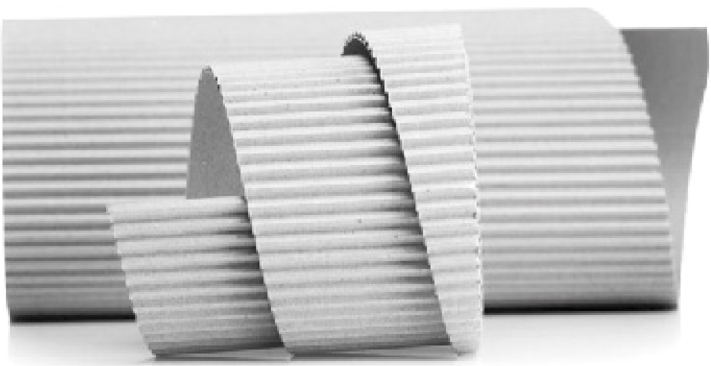

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

خواب تعبیر اور مشورہ

برکت

بشریٰ، گجرات: شوہر نے سفید رنگ کی بند تھیلی اپنی مرحومہ والدہ کو دے کر کہا، اماں جی! درود شریف پڑھا کیجئے۔ والدہ نے فرمایا، پتر! میں درود شریف پڑھتی ہوں۔

تعبیر: اناللہ وانا الیہ راجعون۔ درود شریف کی برکت سے خواب اچھا ہے۔

دروازہ کھل گیا

رنم عمران، کراچی: جنت البقیع کے باہر کھڑی ہوں، اس انتظار میں کہ اندر جانے کی اجازت ملے۔ اس کے دروازے محلاتی دروازوں کی طرح بڑے ہیں۔ اچانک دروازے کھلتے ہیں۔ اندر ہریالی ہے، حسین باغ ہے۔ محسوس ہوا کہ کچھ بزرگ ہستیوں نے مجھے آواز دی اور اندر بلایا ہے۔ والدہ سے کہتی ہوں کہ امی! دروازہ کھل گیا ہے۔ اس مقام کی خوب صورتی پر مجھے رشک آرہا ہے۔

تعبیر: آپ کو مبارک ہو۔ آپ کا خواب خود تعبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔

سرخ قمیص

شاہینہ عاطف، اسلام آباد: گڈمڈ سا خواب تھا کہ میرے کسٹمر جاپان جارہے ہیں۔ پھر دیکھا کہ شوہر میرے لئے سرخ قمیص لائے۔ والدہ برابر دروازے سے دیکھ رہی ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ یہاں کیوں آئیں؟ اس کے بعد امریکا یا آسٹریلیا کے سرسبز علاقے میں وہاں کے باشندے دیکھے۔ میں ان کو اس ملک کے بارے میں بتاتی ہوں کہ وہاں میری رہائش ایسی جگہ تھی جو مجھے پسند نہیں آئی۔ پھر شیشے کے کمرے میں لمبی میز نظر آئی۔ اس کے بعد جاپان کا فارم یا ویزا دیکھا کہ وہاں کی ایک سرکاری کمپنی نے کچھ چارجز یا گرانٹ دی ہے۔

تعبیر: خواب کے ضمن میں جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، وہ دماغ میں آنے والے خیالات کی مبہم فلم ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خیالات کے

ہجوم میں کچھ تصویریں ایسی ہوتی ہیں جو آدمی کے اندر آنے والے خیالات کے نقوش کے ساتھ تصویریں بن جاتی ہیں۔

احتیاط

ا۔ ر، کراچی: والد صاحب کسی سے میری صحت کے متعلق بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیٹے کے اندر خون کی کمی سے اندرونی رگیں سکڑ گئی ہیں۔ اگر خون چڑھایا جائے تو رگیں کھلنے سے مسئلہ حل ہوجائے گا۔ پھر کسی دروازے کی جھری سے کالے رنگ کا دبلا پتلا کتّا دیکھا جو دوسری طرف چلا گیا۔

تعبیر: خواب صحت سے متعلق ہے۔ ناقص اور غیر معیاری غذا استعمال ہونے سے اندر میں بیماری کے نقوش ظاہر ہوتے ہیں۔ مناسب ہے کہ کھانے پینے میں احتیاط کریں اور کسی اچھے ڈاکٹر سے پورا معائنہ کروایئے۔

والدہ مرحومہ

شاہین شہناز، اٹک: خواب میں والدہ مرحومہ کو دیکھا کہ وہ نہا کر آئی ہیں۔ ان کو لٹانے میں مدد کی۔ لیٹنے کے بعد فرماتی ہیں کہ میں بہت تھک گئی ہوں، اب مجھے ہلانا جُلانا نہیں۔

تعبیر: قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"بے جان میں سے جاندار کو نکالتا ہے اور جاندار میں سے بے جان کو اور جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔" (آلِ عمران: ۲۷)

اس خواب میں والدہ مرحومہ کہہ رہی ہیں کہ انہیں ایصالِ ثواب کی ضرورت ہے۔ ہلانا جُلانا اس طرف اشارہ ہے کہ ایصالِ ثواب دراصل مرحومہ کے لئے خوشی کا باعث ہے۔

پھونک

فرخندہ طیب، کراچی: ایک جیسے خواب نظر آرہے ہیں کہ ابو اغوا ہوگئے یا کوئی انہیں طرح طرح سے تکالیف پہنچا رہا ہے۔ کبھی ابو بچ جاتے ہیں اور کبھی میں رو کر منت سماجت کرتی ہوں کہ ابو کو چھوڑ دو۔ وہ لوگ معاف کر دیتے ہیں۔

تعبیر: خواب میں منتشر خیالی کی تصاویر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سوچنے کی طرز فکر ضمیر کو مطمئن کرنے والی نہیں۔ ضمیر نورِ باطن ہے۔ اس بات کو کہ ضمیر نورِ باطن ہے، سمجھنے کے لئے انخلائے ذہنی ضروری ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے وضو کیجئے لیکن پیر نہ دھویئے، پیروں کا مسح کیجئے۔ دو رکعت نفل پڑھ کر گیارہ مرتبہ سورۃ الزلزال پڑھئے اور دل کی جگہ پھونک ماریئے۔ بات کئے

بغیر سو جایئے۔ یہ عمل فرخندہ صاحبہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ عمل کی مدت 40 دن ہے۔ چلتے پھرتے وضو بے وضو یا حی یا قیوم پڑھئے۔

روضہ مبارک

فاخرہ شمس، راولپنڈی: محفلِ میلاد میں شریک ہوں۔ خوشی کا سماں ہے جیسے عید ہو۔ دعا کے بعد خود کو روضہ مبارکؐ کے اندرونی حصے میں دیکھتی ہوں۔ منظر دھندلا ہے۔ میں زار و قطار رو رہی ہوں۔ کچھ کہنا چاہتی ہوں مگر زبان ساتھ نہیں دیتی۔ دل کی کیفیت یہ تھی کہ آخری نبی حضورؐ کے علاوہ کسی کی چاہت نہیں تھی۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ مبارک کریں۔ نماز کی پابندی کیجئے۔ غصے سے پرہیز کیجئے۔ رات کو سونے سے پہلے خوش بو لگا کر درود شریف پڑھئے۔ درود شریف کی برکت سے ایسے مبارک خواب نظر آتے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو۔

طوفان

افشین ظریف، کراچی: پانی کا طوفان آیا ہے۔ میں ایک کشتی میں جھنڈا پکڑے کھڑی ہوں اور جاننے والوں کو کشتی میں بلا رہی ہوں مگر کوئی نہیں سنتا۔ پھر زور زور سے یا حی یا قیوم پڑھتی ہوں اور دوبارہ ان لوگوں کو بلاتی ہوں کہ یہ کشتی تمہیں بچائے گی مگر وہ پروا نہیں کرتے۔

تعبیر: دنیا میں ثواب اور عذاب کو اگر فلم سمجھ لیا جائے اور دماغ کو کیمرا کہا جائے، ایسا کیمرا جو 24 گھنٹے آدمی کے ہر عمل (نیکی برائی) کو ریکارڈ کرتا ہے، وہ آدمی کے اندر مسلسل چلتا رہتا ہے۔ یعنی بندے نے عملی اعتبار سے شر کو قبول کیا تو یہ عمل دماغ کے کیمروں کی فلم میں تصویر بن گیا۔ اور اگر آدمی نے خالقِ کائنات اللہ اور اللہ کے رسول خاتم النبیینؐ کے احکامات پر غور کیا اور عمل کیا تو اس کی فلم بھی بنتی ہے۔ جس طرح زندگی میں خیر اور شر ریکارڈ ہوتا ہے، یہ مرنے کے بعد دماغ کی اسکرین پر فلم کی طرح نشر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے،

"پھر جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا۔" (الزلزال: ۷۔۸)

مالک مکان

ن۔ز، میرپور خاص: اینٹوں سے بنے گھر کی اوپری منزل پر موجود ہوں۔ دو کمرے اتنے کھلے ہیں کہ دھوپ اندر تک آرہی ہے۔ صحن بھی کھلا ہے مگر اس پر چلنے سے اندازہ ہوا کہ یہ کافی کمزور ہے۔ دیوار سے کچھ باہر کی طرف

سیڑھی بنائی گئی ہے۔ اترتے چڑھتے وقت گرنے کا خدشہ رہتا ہے۔ دوسرے پورشن میں گئی تو کمروں کے آگے برآمدہ تھا اور چھت مضبوط تھی۔ وافر مقدار میں پانی اور بیت الخلا بھی تھا۔ غرضیکہ وہ حصہ آرام دہ تھا۔ میں نے پوچھا، کیا پورا گھر ایک نقشے پر نہیں بنا؟ آواز آئی، یہ حصہ مالک مکان کا ہے۔

تعبیر: واضح ہوتا ہے کہ خواب دیکھنے والی صاحبہ کے ذہن میں دنیاوی آرام و آسائش اور پُرآسائش گھر کے خیالات دَور کرتے ہیں لیکن یہ سب موجود ہونے کے لئے وسائل کم ہیں۔ خواہش ہے کہ گھر اچھا ہو اور اس میں کمرے ہوں ۔ جو خیالات آتے ہیں، ان کے وسائل نہیں ہوتے اور جو وسائل ہیں، وہ کم ہیں۔

سیرت کا مطالعہ

ا۔ک، کراچی: ہال میں لوگوں کے درمیان کوئی صاحب عقیدت اور محبت سے اللہ کا ذکر کرکے ہمیں اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ اچانک بزرگ قریب آکر آہستہ سے کوئی لفظ فرماتے ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ احتراماً عرض کرتی ہوں، باباجی! دوبارہ فرمایئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے اس لفظ کو دہرانے سے مجھے منع فرمایا ہے۔

تعبیر: خواب ذہنی کشمکش کا اظہار ہے۔ رات کو سونے سے پہلے وضو کیجئے۔ بہتر ہے کہ نہا لیجئے پھر صاف ستھرے کپڑے پہن لیجئے اور اچھی خوش بو لگا کر درود شریف کا ورد کیجئے۔

ریکارڈ

شہروز وسیم، لاہور: گزشتہ دو ماہ سے ایک جیسے خواب پریشان کر رہے ہیں۔ ہر خواب میں شیطان مختلف طرح سے تنگ کرتا ہے۔ کبھی دیکھا کہ ہر جگہ ساتھ جاتا ہے اور دھمکیاں دیتا ہے یا قریبی لوگوں کی شکل میں آکر بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دفعہ قبر کھول کر دکھائی اور ڈرایا کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوگا۔ یہ بھی دیکھا کہ وہ اصلی شکل میں سامنے آکر دھمکی آمیز لہجے میں کچھ کہہ رہا ہے۔ میں خوفزدہ ہوئے بغیر ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہوں۔ وہ جالی دار رنگین کپڑا میرے اوپر ڈال دیتا ہے جس کے بعد مجھے خود پر قابو نہیں رہتا اور جو وہ بولتا ہے، میں اسے دہراتا ہوں۔ کچھ دیر بعد کپڑا ہٹایا اور مجھ پر ہنسنے لگا۔ یہ بھی دیکھا کہ اس نے میرے پیچھے ڈرون کیمرا لگادیا ہے مگر جب میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو کیمرا اندر نہیں آسکا۔

تعبیر: فلمی دنیا ہمارے سامنے ہے۔ بندہ جو کچھ دیکھتا ہے، وہ ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ریکارڈ شدہ فلم مختلف زاویوں سے خواب میں نظر آتی ہے۔

نظر آنا بند

نادیہ، گجرات: کئی دفعہ یہ خواب آچکا ہے کہ بیٹھے بیٹھے نظر آنا بند ہو گیا۔ بچوں سے کہتی ہوں شہد کھلادو۔ خیال آیا کہ ایک جاننے والی کی بھی نظر اچانک ختم ہو گئی تھی۔ دوبارہ شہد مانگا مگر یہ بات ذہن میں ہے کہ گیس کی شکایت کی وجہ سے شہد کا خاص اثر نہیں ہو گا۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ شیطان دشمن ہے۔ جاگتے سوتے خیالات کی یلغار میں اچھے برے خیالات آتے ہیں اور یہ خیالات آدمی کی زندگی کا تانا بانا ہیں۔ آپ کو منفی خیالات زیادہ آتے ہیں اور اچھے خیالات پر منفی خیالات کی چھاپ پڑتی رہتی ہے۔ کثرت سے توبہ استغفار کیجیے۔ یقین کی دنیا کو روشن کیجیے۔ انشاء اللہ اس قسم کے خواب نظر نہیں آئیں گے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں خمیری

ماہنامہ قلندر شعور مئی 2023ء

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:.................. والدہ صاحبہ کا نام:..................

پورا پتہ:..................

ازدواجی حیثیت:.................. وزن (تقریباً):.................. آنکھوں کا رنگ..................

نیند کیسی آتی ہے:.................. بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................. تاریخ پیدائش:..................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................. فون نمبر..................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات :..................

....

چیزیں اور نمک کم سے کم استعمال کیجئے۔

اللہ مبارک کرے

یاسر ذیشان، سیالکوٹ: چھوٹے بیٹے اور بیگم کے ساتھ خانہ کعبہ کے اندر نفل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ خوشی خوشی بیگم سے کہا، اللہ کا کرم ہے کہ ہمیں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کی سعادت ملی۔ اس یادگار موقع کی تصویر بنانے کا خیال آیا تو موبائل سے تصویر لی مگر تصویر نہیں آئی۔ کئی دفعہ تصویر لینے کی کوشش کی مگر کیمرے میں محفوظ نہیں ہوئی۔ دیکھا کہ بیٹا خانہ کعبہ کے اندر کھڑا ہے اور دیواروں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ کبھی محسوس ہوتا کہ وہاں صرف ہم تین ہیں اور کبھی احساس ہوتا ہے کہ ہمارے علاوہ اور لوگ بھی موجود ہیں۔

تعبیر: مقاماتِ مقدسہ میں خود کو دیکھنا سعادت ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ آپ درود شریف کے ورد کا اہتمام کرتے ہیں۔ خواب مبارک ہے— درود شریف کا ورد جاری رکھئے۔ دعا کی درخواست۔

ماضی — حال — مستقبل

بعض اوقات خوابوں کے ذریعے انسان کو ان حادثات سے محفوظ رہنے کے لئے اشارات ملتے ہیں جو مستقبل میں پیش آنے والے ہوتے ہیں اور ان احتیاطی تدابیر کو اختیار کر کے ان حادثات سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات غیر ارادی طور پر بیداری میں انسان کی چھٹی حس اسے آنے والے حادثات سے خبر دار کر دیتی ہے۔ اس قسم کے بہت سے واقعات لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ان سب کی توجیہ ایک ہی ہے کہ ذہن ایک لمحے کے لئے زمان متواتر (شعور) سے نکل کر غیر متواتر زمان (لاشعور) کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے اور آنے والے واقعے کو محسوس کر لیتا ہے لیکن یہ چیز غیر ارادی طور پر وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اگر اس واردات پر مراقبہ کے ذریعے غلبہ حاصل کر کے ارادے کے ساتھ وابستہ کر لیا جائے تو بیداری کی حالت میں بھی آئندہ پیش آنے والے واقعات کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ (متواتر زمان کی حدود میں) جو کل ہوگا وہ (غیر متواتر زمانے کی حدود میں) آج بھی موجود ہے اور کل (ماضی میں) بھی موجود تھا۔

reached the nest that was high up on the tree and devoured it.

This time, her heart strongly immersed in certitude, dived deep into the information before her instead of viewing things at the surface level. Her heart said, "The bird has negated itself to merge into reality. If mankind fed every starving cat, they would not hunt for food."

Morning 4

Another day had begun, and she was still reeling under the life lessons on the Will of God that were unfolding around her when she stood motionless. It was unbelievable! The very same bird was alive and stretching itself lazily around her. The food that they had tried to feed it was still stuck to its beak else she would not have recognised it.

Kneeling, she cried at the realisations that came in. The bird was inspired to fly out of the nest because it was meant to live. The siblings that stayed back in the nest had met their purpose in death. Had she tried to 'save' the bird contrary to God's Will and put it back in the nest, she would have handed it over to the prowling cat on a platter. God's mercies were already upon the bird even before she thought she had to pray for it! The story of Prophet Moses (PBUH) and Hazrat Khizr (PBUH) flashed before her eyes.

"Such is the interpretation of that wherewith thou couldst not bear." (Quran, 18:82)

❁ ❁ ❁

The Masks We Wear

Every day lived mindfully, is a life lived aware. What if we caught on how we manipulate ourselves into believing, interpreting, thinking, and doing things even when we know they are vile? What if we realised that we emotionally blackmail ourselves into being who we are not by ruminating about our emotional and traumatic experiences? What if we found out that the stories we tell ourselves are distorted, one-sided, and not the whole truth? What if we saw that our pain, insecurities, and fears spill out as toxicity and negativity, and destroy everything including the choicest blessings bestowed upon us by God? What if we realised that we wear different masks to please people and convince ourselves that the mask is our true identity? What if we realised that we are busy amassing illusory treasure, while the true treasure lies undiscovered within us?

Transformation begins at the point where we realise that we are living life in vicious loops of unconscious agendas resulting from memories, and emotions. No matter what we do to improve ourselves, progress is incomplete if we do not dive deep inside ourselves, engage in self-evaluation, take responsibility for not being aligned with our true selves, and remain engrossed in finding our souls.

iii

her. She saw herself on the surface of a raging ocean, which seemed to be in an active state. In the grip of the tides at the surface, she could think of nothing but survival. At times the low tides thrashed her back on the shore and at other times, the high tides dragged her back into the ocean with force. She saw the surface of the ocean as the conscious life that she led in this material world. The rising and receding waves that she was dealing with were the circumstances and people she interacted with throughout her journey. At this level, she was enveloped by the fear of survival, and hence no matter how much she focused on the inspirations she received from her conscience, her fight for survival derailed her ability to remain aware and neutral.

She saw herself going deeper into the ocean. At this stage, the ocean was not in a defensive mode. It accepted everything that sunk and also did not resist things that wanted to exit through its surface. The ocean was pensive and observing. She realised that this was the subconscious stage in which she went when she lived aware of the fact that everything was *InshaAllah* (the Will of God). Whenever she had been at this deeper level of awareness, she did not get perturbed by the entry and exits of people and circumstances in her life. She lived in *Shukar Alhumdulillah* (all gratitude and praise is reserved for only God). She remained aware that everything that exited and entered her life had no intention to affect her personally; they all came to serve the bigger purpose set upon them by God as His will.

She then saw that she was on the bed of the ocean. There were innumerable cities, and treasures sunk at the bottom. At this stage, the ocean did not differentiate what was hidden within it as different from it. What had sunk in the ocean was also the ocean. The differences between 'You' and 'Me' had ceased to exist. Everything was in a state of oneness. The brightest light called 'darkness' had engulfed everything. The ocean surrendered and negated its individuality to become an example of oneness.

She realised that the stage of awareness she chose to be in was the state of her mind with which she navigated through life in the material world. She had to decide. Did she want to be a surfer, constantly battling the waves of chaos at the surface level? Did she want to be a great swimmer and explore the deeper meaning of life and live aware? Or did she want to be a deep diver and unearth the hidden wisdom and cognise her soul and her God?

Morning 3

The next morning, the sight of tiny feathers strewn everywhere welcomed her. Her thoughts whispered, "The bird was not meant for flight, it was meant for sacrifice." The nest was a mess. The cat had

She did not know why she had assumed that the bird would spend most of its time sleeping until it was time to fly off. But, here it was, flapping its tiny wings, walking all over her daughter's hands. They were not prepared for the next level of care. Just when they thought they had control over the bird's diet, they did not know what to do with a bird that moved around all over the house. They had forgotten that this particular species of bird would be fully grown in two weeks!

The day turned into night; the world around them was asleep, however, she, her daughter, and Afra were still brainstorming on how to keep the bird safe through the night. They finally settled on the decision to let Afra keep watch over it.

Morning 2

Sleep evaded her. It was finally time to wake up. Just as she was alighting the stairs, a stern voice stopped her in her track, "What are you doing!? Are your abilities powerful enough to override the will of God for the bird? Is merely feeding and providing a makeshift nest sufficient nurturing? The baby needs 'crop milk', which by God's Will, only its mother can produce. The parents teach them to flap their wings and develop the muscles needed for flight, failing which the bird can be crippled and rendered unable to fly the high skies and live in the wild. Is it possible that you interfered with the flight lessons that it was undergoing? The parents were watching over it and would have helped it back to the nest had you not interfered. In the grip of fear, you interpreted what was unfolding with a distorted perspective. If there was someone more dangerous than the cat at that moment, it was you! You tried to humanise a bird, breaking the system upon which the wildlife operates! Your pain and fear blinded your awareness, and you disobeyed God's Will and His well-established, universal system. The only person who needs saving is you from your blinded ego."

She felt the ground under her feet give way. Her conscience had shaken her. Grateful for being inspired right, she instructed Afra, "Leave the bird where you found it. Watch from a distance until it flies back to its parents." Afra complied without questions. To their delight, in a few hours, she saw that the young bird had flown away, she assumed it had returned to the nest.

She wondered about what had just happened. Her ego had portrayed her decision based on fear as kindness and compassion for the bird. Her eyes closed in repentance, "Forgive me, God! I disrespected You by thinking my compassion for Your creatures was greater than Your Mercy for them. Do not forsake this sinner."

As she focused on her spiritual mentor, a scene unfolded within

i

The Four Mornings

She saw herself on the surface of a raging ocean, which seemed to be in an active state. In the grip of the tides at the surface, she could think of nothing but survival.

Morning 1

Riding the tides of tranquility that the dawn had ushered in; she was lost in the melodious chirping of the birds. The wisdom of her spiritual mentor reminded her that the chirps were *zikr* (offerings of remembrance to God Almighty). She was completely unaware that the next few seconds would mark the starting point of her spiritual training.

Her house help Afra walked up to her; she had found a sick bird hidden behind a tamarind tree. Afra sought advice with perplexed eyes. "Give it some water and grains immediately," she responded.

After a while, her heart knocked upon her conscience and asked, "Was it right to offer advice without evaluating the whole situation?" Feeling uneasy she hurried to see the bird and saw that it was a baby dove. It was crouched in a corner and looked tired. She asked Afra to not feed it grains. Her tone was distressed as she realised it was too young to digest an adult dove's meal.

Her mind took her back to the memory of the three newborn bulbuls who had been devoured by a cat, the previous year. The memory unleashed panic within her and intense fear gripped her. Fear made her forget the facts and overlook rationale. She gave hurried instructions again. "Quick, take it inside. The cats are lurking around. We cannot let the bird die." The panic in her was transferred to Afra who stood motionless and confused, not knowing what she had to do.

She elaborated, "Pick the baby up, take it inside the house. Lock the door. Keep it safe. Get a basket. Fill it with shredded paper and let the bird sleep in it." Afra's thoughts were overloaded with instructions but she managed to comply.

Her daughter offered to take care of the bird while she was at work. She asked her daughter to find out the age of the bird and the best way to feed it. She insisted that the bird never be left unattended. Her daughter promised her that she would be vigilant as she understood where her mother's panic stemmed from. She prayed profusely, "Please protect the bird, dear God! Guide us with your Mercy."

As soon as she was back home, she went to her daughter and was relieved to see that her daughter had researched on how to care for the bird. They decided to prepare a meal for it, which it ate heartily. Fed well, the bird became active.

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا لکے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

V

Suhrawardi (RA) completed the training of *Qutb Irshad* in three weeks and thereafter granted Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) *khilafat*. Following this, the soul of Sheikh Najmuddin Kubra (RA) trained him. These chain of events led Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) to the spiritual court of the Last Holy Prophet, Muhammad (PBUH), where the Prophet (PBUH) himself blessed him (RA) with *Ilm-e-Ladduni*. And, with the special grace and spiritual kinship of the Holy Prophet (PBUH), Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) appeared in the Divine Court where he was taught the knowledge of the mysteries and secrets."

Once, a student was dominated by evil insinuations. The devil was bothering him, time and again, by asking how he recognised God.

Sheikh Najmuddin (RA) was hundreds of miles away from his student and performing ablution at that very time. He threw a pot on the wall and spoke out loud in rage,

"Say that I recognised God without reasons."

When the student repeated the exact words, the devil vanished into thin air. The students asked Sheikh Najmuddin (RA) about the matter and he answered, "If he remained indulged in answering the devil's questions, it would have caused him harm."

Once, when Sheikh Najmuddin Kubra (RA) was sitting with his companions, an eagle was seen following a sparrow. As the eagle was hunting the sparrow, the Sheikh (RA) looked at the two birds and asked the eagle, "Why you are causing harm to the sparrow?"

The eagle did not utter a word but an unseen voice said, "It is the eagle's food."

After hearing the voice, he promptly replied, "I am no one to interfere in the Divine ways. I am only subservient."

With this, he let God's will take over the two birds.

Sheikh Najmuddin Kubra (RA) preached to his students to contemplate, stay away from illusion, cultivate dependency on God, remain content, and serve God's creations.

"When love for the world ends, the flame of inner wisdom rises, and faith enters the heart of the seeker. And, the seeker becomes worthy of the station of dependency. By dependency, it means a confession of one's humility and having full faith in God; and also, when all resources are not available, one does not feel upset."

---

[1] A spiritual station where a person either finds themselves submersed in the feeling that they are seeing God or God is seeing them.

[2] Devotional chanting.

He submitted, "Your Divine Grace (PBUH), I aspire to be blessed by your teknonym. This is my only intent"

The Prophet of God (PBUH) blessed him and said, "You are honoured with the tecknonym, Abul-Jannab."

After receiving *Wilayah* (successorship), he returned to his homeland, Khwarazm, upon the instruction of Sheikh Ammar Yasir (RA), and established the foundation of a new Sufi Order, Kubrawiya. Through his speech and writings, he adorned the public with hidden knowledge. He taught them that contemplation, modesty and humility, repentance and seeking forgiveness, submission and surrender, dependency on God, being free from fear and grief, staying immersed in God's omnipresence, and serving God's creations are the key principles on the journey of spirituality.

He also enlightened the seekers of truth to concentrate on their outward actions too by abstaining from indulging in activities that are devoid of knowledge and wisdom. Actions such as hurting others, invalid means of living, self-projection, exaggeration (falsehood), loose talk, etc. He shared that cleaning the body and abiding by the principles of hygiene, offering prayers, indulging in spiritually intensive labours, holding the night vigil, observing *shariah* and searching for a perfect spiritual master are factors and driving forces that shape the contours of the mind .

In spirituality, the term *Sair* is identified as one of the stages of spiritualy. This word is also mentioned in Quran,

"It is He Who enables you to travel on the land and sea." (Quran, 10:22)

What is *Sair*?

In one of his publications, Sheikh Najmuddin (RA) defines this term as follows,

"*Sair* means transference from one place to another, from one mystical station to another, or from one form of *Tajalli* (a stage of Divine Light) to another. *Sair il Allah* (*Sair* towards God) means that when on a spiritual journey, all of one's objectives and desires should be directed towards God and only Him. The path that we have chosen is founded upon voluntary death as described in the hadith of the Holy Prophet (PBUH), "Die before death." This implies the soul's departure from the body long before death."

The students of Sheikh Najmuddin Kubra (RA) became prominent figures of their time. One such great name is Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA). Regarding the training and awarding of *Wilayah* to Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA), it is written in the book *Tazkira Qalandar Baba Auliya (RA)* as follows,

"Hazrat Abul Faiz Qalandar Ali

one slap, drive out these thoughts from your mind.'

I went to Egypt and reached Sheikh Bahan's (RA) *khanqah*. He wasn't around but his students were performing meditation. Nobody paid attention to me.

I asked someone who was there, 'Who is the Sheikh among them?'

He told me that the Sheikh was outside and performing ablution.

When I went outside, I saw Sheikh Bahan (RA) performing ablution with a very little quantity of water. I thought that the water was insufficient to perform ablution. Sheikh Roz Bahan (RA) completed the ablution and spattered water on me too, which put me in ecstasy.

Meanwhile, the Sheikh (RA) went to offer prayers and I followed him. I waited, thinking of paying my greetings to him once he finished his prayer. While I was immersed in my thoughts, I remained unaware of my surroundings and found myself standing under a hill on doomsday. A well on top of this hill was set ablaze. After reaching the top, those who came down were going to paradise. I asked a person, 'Who is sitting above?'

He told me it was Sheikh Roz Bahan (RA).

Listening to this, I went up and some people came rushing to grab me. As soon as I glanced toward Sheikh Bahan (RA), they let go of me. As I approached Sheikh Bahan (RA), he slapped me so hard on the back of my neck that I fell to the ground. He then warned me, 'Next time, do not dare to defy the righteous ones.'

When I stood up, my eyes opened and I found myself sitting on the premises of the mosque and saw that Sheikh Bahan (RA) was before me and had completed his prayers. I immediately rushed towards him and sought forgiveness.

He slapped me again on the back of my neck and repeated what he said earlier in my half asleep and wakeful state. This gradually dissolved the blockage that was stopping me from acquiring the hidden knowledge.

He then ordered me to go back to Sheikh Ammar (RA) and sent a message to him, 'You keep sending me copper, and I will turn it into gold.'

This is how I came back to Sheikh Ammar (RA)."

Sheikh Najmuddin (RA) was very proud of his worldly knowledge due to his intellectual superiority, which was proved, time and again, in the scholarly arguments with his opponents. This very habit of his was posing as resistance on his path to spirituality. When he fully surrendered himself to his spiritual master, he became successful.

One night, he was blessed with a visit to the Last Holy Prophet, Hazrat Muhammad (PBUH). The Prophet (PBUH) asked him, "Najmuddin, what do you want now?"

It was part of his routine to pay a visit to Baba Farrukh Tabrezi's (RA) *Khanqah* (Spiritual School) with his school teacher. Farrukh Tabrezi (RA) instructed him, "Stop wasting your time reading journals. Be the master of the secrets of journals."

From there on, his life was given a new direction.

He set out in search of a *Murshid* (spiritual master). He fell ill when he reached Khuzestan, Iran. There, he asked a passerby if there was any person who could provide a sick traveler with lodging.

A passerby replied, "There is a *Khanqah* headed by Sheikh Ismail Qasri. Go there. He will serve you well."

When he reached there, Sheikh Ismail (RA) arranged a room for his stay and took care of him. His illness prolonged during his stay.

Sheikh Najmuddin Kubra (RA) narrated on his period of training, "A noise woke me up on the first night. The sound of *Samaa*[2] was coming from the room in front of mine. I had no interest in *Samaa*, therefore, I felt even more uneasy than from my illness. However, I felt too drained by my illness to leave for any other place. This continued for a couple of nights. One night Sheikh Ismail (RA) came and asked, 'Do you want to get up?'

I said, 'Yes.'

He picked me up and took me to the *Samaa*. I experienced such ecstasy that I lost sense of my surroundings. After my senses were restored to normal, I found myself fully recovered from the illness. I felt a sense of devotion toward Sheikh Ismail Qasra (RA). The next day, I paid a visit to him in person, got myself initiated with him formally, and began my spiritual journey.

For a long time, I stayed at his lodge. When I became aware of my inner affairs, it occurred to me for a moment that I had learned spiritual knowledge and that I had an edge over my spiritual teacher in worldly knowledge too.

The Sheikh called upon me in the morning and said, 'You must go to Sheikh Ammar Yasir.'

I realised that the Sheikh (RA) had become aware of my thoughts about him. However, I said nothing and set out to visit Sheikh Ammar Yasir (RA).

For some time, I stayed with Sheikh Ammar (RA) and gained further knowledge on cognition and the spiritual journey. Once again, my mind was infested by the same thought as I was in the company of Sheikh Ismail (RA), which had caused him to send me to Sheikh Ammar (RA).

In the morning, Sheikh Ammar (RA) called upon me and cautioned, 'Najmuddin! Irrespective of your mastery over worldly knowledge, you are like a babbling child in matters of hidden knowledge. You must leave for Egypt. There, Sheikh Roz Bahan Misri will educate you and, with

i

The Call of the Flute

Sair means transference from one place to another, from one mystical station to another, or from one form of Tajalli (a stage of Divine Light) to another.

Sheikh Fareeduddin Attar (RA) said, "Sheikh Najmuddin (RA) is a renowned friend of God, the noblest among the cognisant souls and the fountainhead of *Ehsaan*[1]. His message is as vital in the contemporary era as the heart and mind are to the body. Sheikh Najmuddin Kubra (RA) narrated,

'One day, a flute held a conversation with Sheikh Najmuddin (RA). It said, 'Listen to me very carefully! Now that you have fallen into the well called the body, how long will you remain stuck in it? Free yourself (Soul) just as the soul does at the time of death from the clutches of the body.'

'O Sheikh! You are lost in self-praise. Get rid of both the turban you are wearing on your head and the woolen dress on your body. Lay your *Self* down on the path to self-actualisation.'

Listening to the call of the flute, the Sheikh replied, 'I cut myself off from the realm of constant change. I wasted a lifetime by not differentiating between reality and the change. I took pride in my scholarly expertise in worldly knowledge and walked this path for years, and yet, I did not attain conviction. How can one get out of the well of finiteness when the heart is not overflowing with the love for the Beloved?'

To this, the flute advised, 'There is a string that dangles in the well. The string is called 'The Straight Path'. Hold on to it tightly and fasten it around yourself. Then enter the sphere of infinity so that you can reunite with the Beloved – get rid of duality and attain the one true colour.'''

His name was Ahmad bin Umar bin Muhammad bin Abdullah al-Khayooqi, and is widely known as Najmuddin Kubra (RA). He earned the name Kubra in his youth, as he won scholarly arguments and discussions with whomever he engaged with. People referred to him by the name of *Tammat-ul-Kubra*. However, due to constant use, the name was shortened to Kubra, which means 'great'. His birthplace is Khiva, Khwarazm, which comes under present-day Uzbekistan.

One day, his teacher admonished him, "You would have reached a higher position had you employed your wisdom in acquiring hidden knowledge instead of investing it in arguments and discussion."

Since it was his habit to engage in arguments, he replied, "I will learn hidden knowledge too when the time is right."

Sultan is an ability that has been bestowed to mankind on *Roz-e- Azal** and it was manifested in paradise. After leaving paradise, a veil was drawn over it.

Ladies and gentlemen! Let us ponder upon this and make the subconscious our travel partner in this contemplation.

God Almighty stated to Adam, "Eat happily from wherever you want in paradise, however, do not go close to a tree, else, you will be counted amongst the wrongdoers." However, the action that was forbidden was committed, and Adam came to this world from paradise. The ordinance of God Almighty is constant, therefore, if mankind does not reject being disobedient to the ordinance of God, then for them, paradise becomes questionable.

Respected sisters, brothers, children, and elders! This world is temporary; it is from God and is returning to God. Only those who have accepted the path of obedience will be honoured in the court of God.

Please write down all your actions from dawn until the time you go to sleep, and then note how many actions among them are worthy of being accepted by God and Prophet Muhammad (PBUH), and how many of them are otherwise?

In the last Holy Book, the Quran, it is stated,

> "O company of jinn and men, if ye have power to penetrate (all) regions of the heavens and the earth, then penetrate (them)! Ye will never penetrate them save with (Our) sanction (*Sultan*)." (Quran, 55:33)

May God protect you.

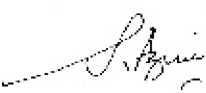

* *The day God introduced Himself to all of creation and asked "Am I not your Lord?"*

the mountain ranges stand and the oceans float. Reaching the earth means, reaching the edges of the earth, and these edges are beyond the reach of mankind and researchers. To reach there, it is mandatory for one to learn the hidden knowledge. God Almighty states,

> "O company of jinn and men, if ye have power to penetrate (all) regions of the heavens and the earth, then penetrate (them)! Ye will never penetrate them save with (Our) sanction (*Sultan*)." (Quran, 55:33)

Mankind in ancient times, lived in caves, while mankind in the present times inhabits the high and low mountain peaks. These mountains have deposits of minerals and metals. When the geological experts try to access these minerals and metals, they do not go out of the limits of the earth, nor do they go inside the earth, they just open (dig) the vast surfaces of the mountains. In some places they find sweet water, iron, copper, gold, other metals, while in other places they find lava. However, after a certain level, the soil of the mountain becomes a veil.

Just like the clouds are a means of storage for the resources in the sky, in the same way, the resources on earth are stored in the mountains. The particles of the metals and minerals that come out of the mountain, such as, iron, copper, and petrol, all emerge out in the rain.

It is stated in the Holy Quran,

> "Who hath appointed the earth a resting-place for you, and the sky a canopy; and causeth water to pour down from the sky, thereby producing fruits as food for you. And do not set up rivals to God when ye know (better)." (Quran, 2:22)

Eras pass, however, time remains present in every era. On the timelines of earth, the period when the waters of the oceans will enter the dry lands is present. When the oceans become dry, all the constructions made on the mountains will collapse and life will restart from the caves.

• • ——————— • •

It is said that after every ten thousand years, the water that is present on three-quarters of the Earth changes its place, and the land that was drowned in the past resurfaces in the place of the land that is empty of water. Until when this cycle repeats and for how long it will continue, is entirely dependent upon the programme designed by God Almighty.

In this editorial, you read the verse about the "*Sultan*" from the Holy Quran.

ever, as the nature of the earth is to shrink, in order to hold it from shrinking, God Almighty fixed the mountains upon it. That is, the mountains have been used as pegs and inserted into the earth and the stretching of the earth is balanced due to the weight of these mountains. At any point, in the exact opposite direction to the mountains, there will be either equally heavy mountains or any other creation that is equivalent to their weight. If the weight of the inserted pegs is not equal on both sides, then, the earth will not remain earth.

> "And We have placed in the earth firm hills lest it quake with them." (Quran, 21:31)

The mountains are creations like us, and though we see them as heavy and stationary, they give birth and are in varied sizes. They breathe, listen, see, feel, eat, drink, talk, and fly like the clouds. Heaviness is related to density. After descending into this world from paradise, the subtlety of the senses inside us was subdued by density and we became subservient to space. If the density is replaced by subtlety, then one would see the mountains float like clouds.

> "And thou seest the hills thou deemest solid flying with the flight of clouds." (Quran, 27:88)

The clouds are formed by the condensation of vapour or gases and are made up of small and large voids acting like sponges. Water is stored in these voids. The mention of mountains flying like clouds points to the fact that there are voids in the mountains too in which water is stored.

• • ——————— • •

It is worthy of contemplation that more than half of a mountain is inside the earth, and less than half is above it. The point at which the part of the mountain is above the water is where the creatures of the dry land are inhabited. In the beginning, the population on Earth was less than it is now. Settling on trees, people made pathways between the trees with wooden planks. Thereafter, life moved on to the mountains and caves. Time rolled on, and the paths between the mountains flattened to become towns and cities. Soon, wherever the chains of mountains were far from each other, the seas became the routes for travel. Seeing the network of roads and the novelty in construction that is there today, very few people give a thought to the fact that just like in the past, even to this day, the civilisations are settled in the mountains.

What we understand as earth, are the peaks of mountains that have been flattened for the population. The original earth is that upon which

i

Message of the Day

To brighten up the universe, nature has made every creation colourful and expressed this colourfulness through water, and for the manifestation of water, it created the earth. Every world has its own earth, and all these earths are inhabited in space.

Life on earth begins through water, which has all the colours of life in it, and these colours have the formulae of creation in them. In addition to this, all that is needed for the development of creatures is also stored in water. Water, which is termed "*Maa*" in the Holy Quran, manifests with all its features in every mould.

The earth is a collective mould for all creations. When it rains, the images of creations that are within the water enter into their respective moulds inside the earth. For example, the image of a mango goes into the mould of a mango and the image of a rose enters into its own mould; the same is the case with the mountains. Similarly, the particles of iron and petrol flow in their respective moulds, and an elephant has its own separate mould too. Just like every other creature, the mould of mankind is also inside the earth. Therefore, the foundation upon which everything is nourished and manifests is called earth.

Water is a blessing of God. One notices that while the water of an ocean is bitter, the water of a well is either salty or sweet. Then there is the murky water of the rivers, or the water of the springs that is pure and sparkling. Water flows as blood in the arteries and veins of every being. All that mankind eats, the quadrupeds graze, the birds peck at, the fish breathe, or the true pearls that form in oysters and the uncountable creations in the universe, are all varied manifestations of water.

Water is life, and disconnection from water is death.

About three-fourths of the earth's surface is covered with water, while, one-fourth of it is, land. However, geologists and those who inhabit the land are well aware that even the dry surface of the earth has water beneath it. Where does this water in the springs that flow out of the mountains, come from? What is the source of the water that flows out when one digs the earth? The deposits of metals and minerals in the earth are also water.

The earth is made up of a material that has the ability to stretch, how-

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	138
The Call of the Flute	Quratulain Wasti	134
The Four Mornings	Bibi Anuradha (UAE)	128

❋❋❋❋❋❋❋❋❋

"The heart that harbours the love of God is alive."

— Hazrat Fareeduddin Ganj Shakar RA

Vol11 Issue4 | May 2023 | Shawwal – Dhul Qadah 1444AH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.110/- Per issue. Annual subscription Rs.1680/- with Reg. Post (Domestic), US$ 70/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.
: lavishdinerestaurant
Lavish Dine
Restaurant
www.lavishdinerestaurant.com
- Party up to
400 Persons
- Affordable
Party Menus
- Buffet
- À la carte
Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

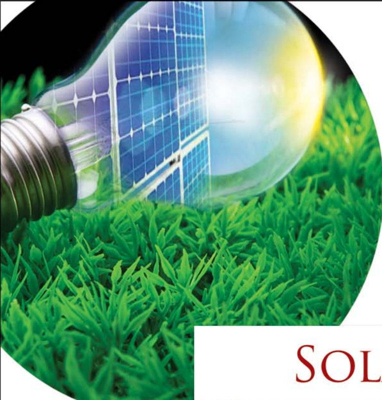

- Domestic/Commercial Independent solar systems
- Solar Powered Street Lights
- Solar Tube well pumps
- Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
- Large Scale Photo Voltaic plants

SOLAR SOLUTIONS

CCTV

COMMERCIAL

RESIDENTIAL

SAMSUNG alhua TECHNOLOGY

We offer best IT solutions to meet your needs!

Cummins

Power Generation

DIESEL GENERATORS

GUIDELIGHT
BUSINESS SOLUTIONS

We Offer Sustainable Solutions...

Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan. **Ph#** 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com **web:** www.gbs.com.pk

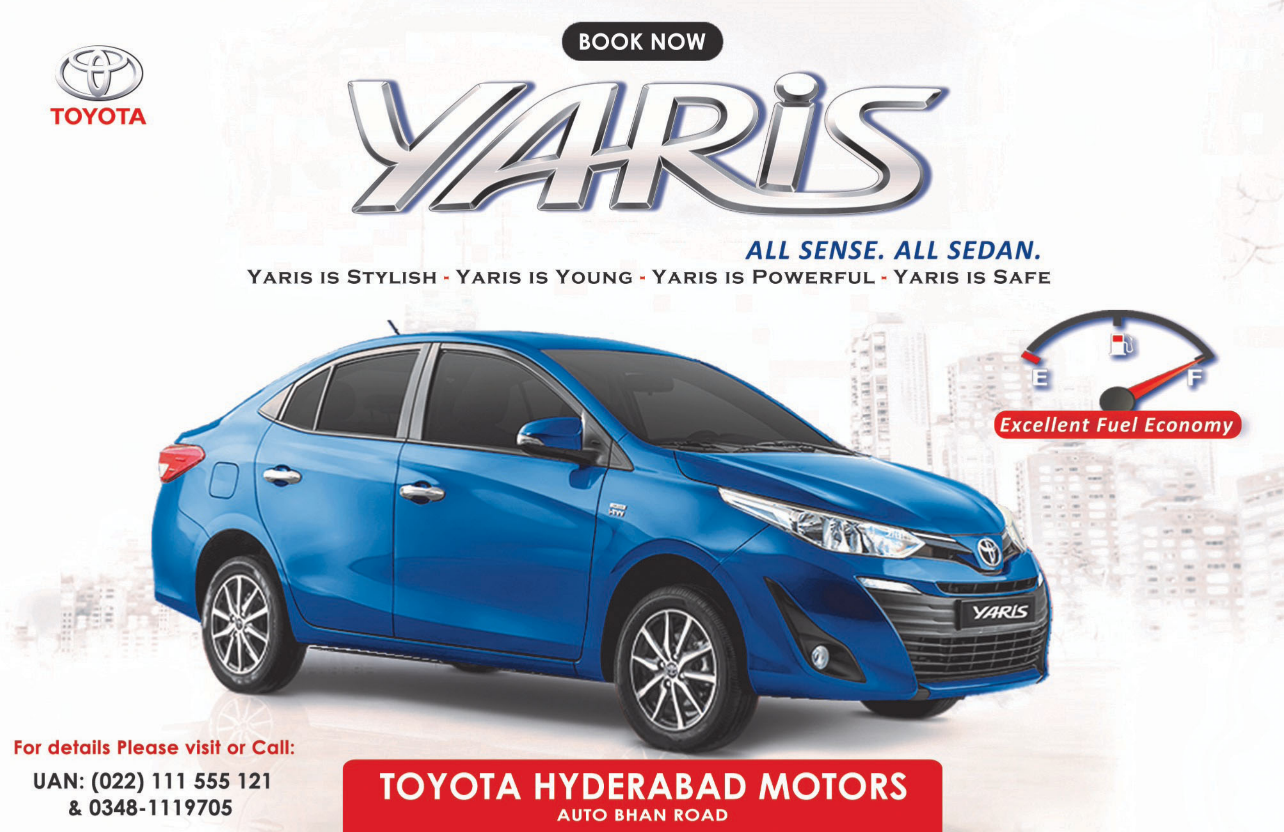
TOYOTA
BOOK NOW
YARIS
ALL SENSE. ALL SEDAN.
YARIS IS STYLISH - YARIS IS YOUNG - YARIS IS POWERFUL - YARIS IS SAFE
E
F
Excellent Fuel Economy
YARIS
For details Please visit or Call:
UAN: (022) 111 555 121
& 0348-1119705
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
AUTO BHAN ROAD